سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۷۹

عزیز و اقارب کے حقوق

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۶۹

عزیز و اقارب کے حقوق

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

www.khanqah.org

ضروری تفصیل

وعظ : عزیز و اقارب کے حقوق

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۱۰ شوال المکرم ۱۴۰۸؁ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۸۸؁ء بروز جمعہ

۱۷ شوال المکرم ۱۴۰۸؁ھ مطابق ۳ جون ۱۹۸۸؁ء بروز جمعہ

مقام : مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۲ شعبان المعظم ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۲۱ مئی ۲۰۱۵؁ء بروز جمعرات

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

www.khanqah.org

عنوانات

استقامت کے معنیٰ ۶
محبت کے دو حق ۷
شیخ اور مرید کے بعض حقوق و فرائض ۸
ایک بدّو کی عجیب دعا ۹
حق تعالیٰ کی عجیب رحمت ۱۰
مثنوی کی درد انگیز دعائیں ۱۰
بندوں کا ایک پیدائشی حقِ مملوکیت ۱۱
نفس سے جہاد کرنے والوں کی کامیابی ۱۳
دین کا ہر شعبہ اہم ہے ۱۷
معاف نہ کرنے پر سخت وعید ۱۸
بیٹے کے سسرال والوں کے بعض حقوق ۱۸
میاں بیوی کے حقوق و فرائض ۱۹
خون کے رشتوں کے حقوق کی اہمیت ۲۰
حقوقِ رشتہ داری کے حدود ۲۱
خون کے رشتوں میں کون لوگ شامل ہیں؟ ۲۲
سسرالی رشتوں کی حق تلفیاں ۲۲
حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صلہ رحمی کا واقعہ ۲۳
بعض ساسوں کی بے رحمی ۲۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رحم دلی کا واقعہ ۲۵

www.khanqah.org

اللہ کے پیارے بندوں کی علامات ۲۷

والدین کے حقوق ۲۷

والدین کے ساتھ اساتذہ و مشایخ کے لیے دعا مانگنے کا استنباط ۲۸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات ۲۸

فاروق کے لقب کی وجہ تسمیہ ۳۱

موت کا دھیان... خاموش واعظ ۳۲

دنیا بھر کے اولیاء اللہ کی دعا لینے کا طریقہ ۳۴

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے معنیٰ ۳۵

اسماء اعظم مَلِيْكٌ اور مُقْتَدِرٌ کے معانی ۳۶

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی معافی کا واقعہ ۳۸

قبولیتِ دعا میں تاخیر کی مصلحت ۳۹

دعا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی معافی کے لیے نازل ہوئی ۴۲

والدین کے نافرمان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ۴۴

والدین کی عظمت اور حقوق ۴۴

ماں باپ کو ستانے کا عذاب ۴۵

قیامت کے دن فرماں بردار اولاد میں شمولیت کا طریقہ ۴۶

والدین کو نظر رحمت سے دیکھنے کا ثواب ۴۷

ادائے حقوق کے بارے میں علماء سے مشورہ کریں ۴۸

ایک اہم نصیحت ۵۱

عزیز و اقارب کے حقوق

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا
وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ
الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا
تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ
وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۳﴾[1]

استقامت کے معنیٰ

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے حقائق کو تسلیم کرلیا اور ایمان لائے اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے یعنی ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے۔ پرورش اور تربیت، نفع نقصان، عزّت ذلت، تندرستی بیماری، زندگی موت سب چیزوں کا مالک ہے۔ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا ایمان لانے کے بعد پھر اس پر مستقیم رہتے ہیں۔ آپ حضرات نے ہمیشہ اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا کہ ایک دوسرے سے دُعائیں کراتے ہیں کہ دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ استقامت کے کیا معنیٰ ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالاتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہے۔ اور اس زمانے میں استقامت کی پہچان کیا ہے؟

[1] حٰمٓ السجدۃ: ۳۰-۳۳

جب کوئی خوش قامت سامنے ہو اس وقت اس کو نہ دیکھے، تو سمجھ لو اس کو استقامت حاصل ہے۔ جو شخص احکام تو بجالاتا ہے لیکن خدا کی نافرمانی سے نہیں بچتا، یہ شخص استقامت کی نعمت سے محروم ہے۔ اس کو فکر کرنی چاہیے۔ مایوس تو نہ ہونا چاہیے لیکن فکر کا حق ادا کرنا چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم فکر کرتے ہیں مگر ہم سے نہیں ہوتا۔ صاحب کیا کریں نظر تو میری بچتی ہی نہیں ہے۔ میں تو حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہوجاتا ہوں۔ حکیمُ الامّت فرماتے ہیں کہ اگر اس لڑکی کا باپ ڈنڈا لیے کھڑا ہو پھر اس وقت کہاں سے طاقت آجاتی ہے؟ معلوم ہوا کہ تم ڈنڈے کے آدمی ہو، تمہارے اندر شرافت نہیں ہے۔ اگر کوئی جوتا لیے کھڑا ہو اور اُسی وقت کھوپڑی پر تین چار لگادے تو فوراً نگاہ نیچی ہوجائے گی یا نہیں؟ اس لیے ایسے لوگوں کو اپنی شرافت کے بارے میں نظر ثانی کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شریف بندے ہیں یا نالائق و بے غیرت بندے ہیں۔ جہاں دیکھا کہ ڈنڈے کا خطرہ ہے وہاں نگاہ نیچی کرلی اور ڈنڈے کا خطرہ نہ ہوا تو بے دھڑک دیکھ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس شخص کے قلب میں انتہائی قلیل ہے۔

محبت کے دو حق

اس لیے کہ حق تعالیٰ کی محبت کے دو حق ہیں: ایک حق تو یہ ہے کہ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان فرامینِ الٰہیہ کو بجالائے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ کے احکام کے مطابق عمل کرے، اور دوسرا حق یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ان باتوں سے رُک جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں سے نہیں بچتا یہ شخص نفس کا غلام ہے اور انتہائی غیر شریفانہ ذوق رکھتا ہے۔ گناہ کرتے کرتے اس کی شرافت وحیا میں آگ لگ چکی ہے، جیسے کسی درخت کے پاس آگ لگادی جائے تو کتنا ہی کھاد پانی ڈالو، مگر اس کی پتیاں جھلسی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر بہت دن تک اس کو آگ سے دور رکھا جائے اور بہت دن تک اس درخت میں کھاد اور پانی دیا جائے تب جاکر وہ پتیاں ہری بھری ہوتی ہیں۔ جو شخص گناہ پر جری ہوتا ہے وہ گویا اپنے ایمان کے ہرے بھرے درخت میں آگ لگاتا ہے۔ جو لوگ اپنی نظر کی حفاظت نہیں کرتے، جھوٹ سے نہیں بچتے، دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، غیبت کرتے ہیں،

مسلمانوں کی آبروریزی کرتے ہیں، یہ تمام گناہ ایک آگ ہیں، جس کی وجہ سے ایمان کے ہرے بھرے درخت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت نصیب فرمائے کہ تمام غیر شریفانہ حرکتوں کو ہم چھوڑ دیں۔ آپ سوچئے کہ جس وقت بندہ کسی گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کیسا ہوتا ہے؟ خدا تو ہر وقت دیکھتا ہے کہ یہ بندہ کیا کررہا ہے۔ ذرا مراقبہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہم کو دیکھ رہا ہے اور ہم کیا کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ہم اپنے اوپر حلال کررہے ہیں۔

شیخ اور مرید کے بعض حقوق وفرائض

اس لیے دوستو! ذرا ہمت سے کام لو۔ نفس کے سامنے ڈھال پٹکنے کا نام مردانہ پن نہیں ہے، ہتھیار ڈال دینا زنانہ پن ہے۔ نفس کے خلاف ہمت سے جہاد کرو، اپنی طرف سے پوری کوشش کرو۔ سال بھر کوشش کی لیکن انسان ہے، کبھی پیر پھسل گیا تو اس کو لغزشِ پا کہتے ہیں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن نفس کے سامنے بالکل ہتھیار ڈال دینا اور ہاتھ جوڑ کے اُس کے پیچھے چلنا یہ کمینہ پن ہے، یہ پھسلنا نہیں پھسلانا ہے، اس کا علاج کرو۔ وہ کیا علاج ہے؟ توبہ کرکے خیرات کرو، صدقہ کرو، دس بیس رکعات نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے روؤ، مگر افسوس یہ ہے کہ بعض لوگ سنتے ہیں مگر مجال نہیں کہ دو چار رکعت نفل پڑھیں۔ رات دن شیخ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، مگر جب ان سے نگاہوں کی خطائیں ہوتی ہیں تو تلافی کی توفیق نہیں ہوتی کہ دس بیس رکعات نفل پڑھ لیں۔ شیخ کیا بچالے گا؟ خوب سمجھ لیں کہ شیخ بچا نہیں سکتا۔ شیخ آخرت کا کوئی ٹھیکیدار نہیں ہے۔

راہ بر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہ رو کا کام ہے

تجھ کو مرشد لے چلے گا دوش پر
یہ ترا راہ رو خیالِ خام ہے

www.khanqah.org

آپ سمجھتے ہیں کہ پیر کندھے پر بٹھا کر راستہ طے کرادے گا۔ پیر راستہ بتاتا ہے، چلنا آپ کا کام ہے، ساری محنت آپ کو کرنی ہے۔ ڈاکٹر حکیم کا کام نسخہ بتادینا ہے، دوا پینا، پرہیز کرنا مریض کا کام ہے۔ اور اگر اللہ والا ہے تو دُعا بھی کرے گا۔ اللہ والوں میں اور دنیاوی ڈاکٹر میں اتنا فرق ہے کہ دنیاوی ڈاکٹر صرف دوا دے دیتا ہے اور اللہ والا روحانی علاج بتا کر اللہ سے روتا بھی ہے کہ اے اللہ! جو لوگ مجھ سے وابستہ ہیں، حُسنِ ظن کی راہ سے مجھ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ ان کو محروم نہ فرمائیے۔ آپ کے اندر ایک شان ہے جس کا نام شانِ جذب ہے۔ آپ نے قرآنِ پاک میں اپنی اس صفت کو بیان فرمادیا کہ میں جس کو چاہتا ہوں اس کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہوں۔ ہم سب کا ایمان ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ جذب کرے گا اس کو کوئی نہیں کھینچ سکتا، لٰہذا کم از کم دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر یہی مانگو کہ اے اللہ! میرے دست و بازو شل ہوچکے ہیں، مجھے اپنے دست و بازو اور ارادوں کا کوئی بھروسہ نہیں رہا، میں اپنی طاقتوں سے بے آسرا ہوچکا ہوں، اب صرف آپ کا آسرا ہے کہ آپ میری دستگیری فرمائیں۔

دستگیر از دستِ ما ما را بخر
پردہ را بردار و پردہ ما مدر

اے ہاتھ پکڑنے والے! اے مدد کرنے والے! میرے ہاتھوں سے تو مجھے خرید لے، یعنی مجھ کو میرے ہاتھوں کے حوالے نہ فرما۔ میرے ہاتھوں سے مجھ کو خرید لیجیے اور میرے گناہوں پر اپنی ستّاری کا پردہ ڈال دیجیے، میرا پردہ گناہوں کا چاک نہ کیجیے کہ مخلوق ہنسے گی۔

ایک بدّو کی عجیب دُعا

ایک شخص نے مسجدِ نبوی میں حاضری دے کر روضۂ مبارک کے سامنے یہ دُعا مانگی کہ اے اللہ! اگر آپ میری اصلاح کردیں اور مجھے نیک و صالح اور فرماں بردار بندہ بنالیں، اللہ والا بنادیں، شیطان و نفس کے چنگل سے چھڑا کر مجھے اپنی فرماں برداری کی زندگی نصیب فرمادیں، تو آپ کا نبی جو یہاں آرام فرما ہے خوش ہوجائے گا اور آپ کا دشمن یعنی شیطان غمگین ہوجائے گا، اور اگر آپ نے میری اصلاح نہ فرمائی اور نفس و شیطان نے مجھے برباد کردیا تو آپ

کے نبی کو غم ہو گا، کیوں کہ میں اُن کا اُمتی ہوں اور آپ کا دُشمن شیطان خوش ہو گا۔ پس اللہ! آپ فیصلہ فرمالیجیے کہ میری اصلاح فرما کر آپ اپنے نبی کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور دشمن کو غمگین کرنا چاہتے ہیں، یا مجھے برباد کر کے اپنے نبی کو غمگین اور اپنے دشمن کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دعا مانگنے والا کون ہے؟ یہ کوئی عالم نہیں تھا۔ ایک معمولی بدو، عرب کا ایک اَن پڑھ سادہ سا انسان، مگر اس کے دل میں اللہ نے یہ مضمون ڈالا۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ غیر عالم کے دل میں ایسا مضمون ڈالتے ہیں کہ علماء عش عش کرتے ہیں، لیکن انسان کچھ تو ہاتھ پیر مارے۔ ایک آسرا رہ گیا تھا رونے کا، وہ بھی ہمارے ہاتھ سے چھنا جا رہا ہے۔ ہم زور تو پہلے ہی چھوڑ چکے تھے اب زاری بھی چھوڑ رہے ہیں۔ یعنی عمل تو پہلے ہی چھوڑ دیا، نفس و شیطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور ان دشمنوں کے سامنے چت ہو گئے۔ زور پہلے چھوڑا، ایک راستہ تھا زاری کا یعنی رونے کا وہ بھی ہم نے چھوڑ دیا۔ ہمارا کیا حال ہو گا!

حق تعالیٰ کی عجیب رحمت

جب آہ و زاری بھی نہ رہے گی تو پھر رحمتِ باری کیسے نازل ہو گی؟ لیکن زاری کا حکم دیا ہے مایوسی کا نہیں۔ مایوسی کو تو کُفر کر دیا اللہ میاں نے۔ مایوس اگر کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مایوسی کو کُفر نہ قرار دیتے۔ کُفر قرار دینا گویا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر میری رحمت سے نااُمید ہو گئے تو جہنم میں ڈال دوں گا۔ یہ انتہائی رحمت ہے، اس سے بڑھ کر رحمت کا کوئی عنوان نہیں ہو سکتا جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے سے جو مسلسل نافرمان ہو یہ کہہ دے کہ دیکھو: تم توبہ کر لو، گناہ چھوڑ دو، لیکن اگر مجھ سے نا امید ہو گئے تو ڈنڈے لگاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ اگر تم میری رحمت سے نا امید ہو جاؤ گے تو کافر ہو جاؤ گے اور کافر ہو جاؤ گے تو جہنم میں جلو گے، لہٰذا جہنم کی آگ سے ڈرا کر اپنی رحمت کا امیدوار بنا رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا عنوان ہے! میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بات فرماتے تھے۔

مثنوی کی درد انگیز دُعائیں

ہاں تو اللہ تعالیٰ کی ایک شان اور ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جو تصوّف کے

www.khanqah.org

بادشاہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا راستہ بتانے میں بڑے بڑے علماء اور اولیاء کے راہ نما ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! مجھے بہت سے کھینچنے والے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، حُسنِ جاہ، مال و دولت خصوصاً اس زمانے میں حسین شکلیں جو سڑکوں پر بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں، لیکن ؎

غالبی بر جاذباں اے مشتری

ان تمام کھینچنے والی چیزوں پر آپ غالب ہیں۔ چاہے وہ اپنا نفس ہو، شیطان ہو، عورتیں ہوں، مال ودولت ہو، عزّت و جاہ ہو سب پر آپ کو غلبۂ قدرت حاصل ہے۔ اگر آپ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیں تو پھر کون ہے جو آپ کے مقابلے میں آسکے؟ اگر دس بیس کمزور قسم کے لوگ محمد علی کلے باکسر کی گود سے اُس کے بیٹے کو اغوا کرنے کے لیے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، تو محمد علی کلے کا ایک گھونسہ ان کو جناح ہسپتال میں داخل کردے گا، دل کی رفتار بدل جائے گی، قلب کا ای سی جی کرانا پڑے گا۔ پس اے اللہ! آپ کی قدرت کا کیا ٹھکانہ ہے! جس کی حفاظت کا آپ ارادہ فرمالیں، جس کو آپ اپنا بنانے کا فیصلہ کرلیں پھر کون ہے جو اس کو آپ سے چھین سکے؟ کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی! دوستو! دو رکعات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بس یہی مانگو کہ اے خدائے تعالیٰ! ہمیں آپ اپنا بنانے کا فیصلہ کرلیجیے۔ میں آپ کا تو ہوں، مگر اپنی نالائقی سے آپ کا پورا نہیں بن رہا ہوں، کچھ کچھ آپ کا بن جاتا ہوں روزہ نماز کرکے، لیکن پھر سڑکوں پر ٹیڈیوں کو دیکھ کر کچھ شیطان کا بھی بن جاتا ہوں، کچھ کچھ گناہ بھی کرلیتا ہوں، اس لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ ہمیں آپ بالکل اپنا بنا لیجیے۔

بندوں کا ایک پیدائشی حقِ مملوکیت

ہم آپ ہی کے ہیں۔ آپ ہمارے مالک ہیں اور سر سے پیر تک ہمارا ہر جز آپ کا مملوک ہے اور ہر مالک اپنی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے۔ مملوکیت کا یہ حق ہم کو حاصل ہے کہ **اَنْتَ مَوْلٰنَا** آپ ہمارے مولیٰ ہیں جس کی تفسیر روح المعانی نے کی ہے **اَیْ اَنْتَ مَالِکُنَا**[۲] آپ ہمارے مالک ہیں ہم آپ کے مملوک ہیں۔ سر سے پیر تک ہمارا ہر جز آپ کا ہے، لہٰذا ہمارا

۲؎ روح المعانی: ۱۷۱/۳، البقرۃ (۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

حقِ مملوکیت آپ سے حفاظت کی فریاد کرتا ہے، مملوک ہونے کی حیثیت سے ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اختیار کے سپرد نہ کیجیے، کیوں کہ ہمارے اندر گندی عادتیں ہیں۔ اگر آپ ہم کو ہمارے حوالے کریں گے تو جیسے چھوٹے نادان بچے بلغم و پاخانے میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں، سانپ اگر چھوٹے بچے کے سامنے آجائے تو بچہ بھاگتا نہیں ہے، اماں سے کہتا ہے اس میں بڑا اچھا پھول بنا ہوا ہے۔ اس کو گلے سے لپٹانے کی کوشش کرے گا، لیکن ماں باپ اس کو سانپ سے بچاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ اے اللہ! مجھے اپنی طرف جذب فرمالیجیے۔ اے تمام طاقتوں پر غلبۂ قدرت رکھنے والے! ساری دنیا کے تمام کھینچنے والے، چاہے سلطنت کے تخت و تاج ہوں، خوبصورت عورتوں کا حُسن و جمال ہو، نوٹوں کی گڈیاں اور مال ہو، سونے اور چاندی کی ڈھیریاں ہوں، وزارتِ عظمیٰ کی کرسیاں ہوں، دنیا میں جتنی بھی کشش والی چیزیں ہیں اے اللہ! آپ تمام کھینچنے والوں پر غالب ہیں۔

اس لیے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کا ایک ولی اپنی زبانِ ولایت سے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ ؎

شاید ر درماندگاں را واخری

ہم درماندوں، عاجزوں، ضعیفوں کو آپ اپنی رحمت سے خرید لیجیے۔ ہم ایسے عاجز اور کمینے ہیں کہ چند روز آپ کی راہ میں چلتے ہیں، چند روز خوب تلاوت کرتے ہیں، خوب نماز پڑھتے ہیں، اس کے بعد پھر جماعت بھی چھوٹنے لگتی ہے، تلاوت بھی چھوٹنے لگتی ہے، پھر ٹی وی بھی دیکھتے ہیں، وی سی آر بھی دیکھ لیتے ہیں، چُھپ کر کچھ اور بھی شیطانی حرکتوں میں انسان حرام لذتوں کو چوری کرنا شروع کردیتا ہے، لہٰذا اپنے ارادے کی شکست کو ہم نے بار بار دیکھا، اپنی توبہ کے ٹوٹنے کی ذلّت و خواری دیکھی، تو دل میں آپ کی عظمتیں اور بڑھ گئیں کہ یا اللہ! ہم کچھ نہیں ہیں، آپ ہی آپ ہیں اور آپ سب کچھ ہیں۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو جگر مراد آبادی کے استاذ ہیں، تہجد گزار شاعر ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

یہ ہم سے جو قصور ہوتا ہے، یہ جو ہماری توبہ ٹوٹ جاتی ہے اے خدا! اس سے آپ کی عظمت کا پتا چلتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار
عہدِ تو چوں کوہِ ثابت بر قرار

ہمارا عہد تو ہزار بار ٹوٹ گیا لیکن آپ کا عہد اے اللہ! مثل پہاڑ کے ثابت ہے کبھی نہیں ٹوٹتا، لہٰذا ہم اپنی اس شکستگی و عاجزی کا اقرار کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم عاجزوں کو آپ خرید لیں، کیوں کہ ہمارے دست و بازو خود ہمارے پیر کو کاٹ رہے ہیں یعنی انسان اپنے اعضا سے گناہ کر کے خود جہنم کا انتظام کر رہا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دستِ ما چوں پائے ما را می خورد
بے امانِ تو کسے جاں کے برد

جب ہمارا ہاتھ خود ہمارے پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے تو اے خدا! آپ کی امان اور آپ کی پناہ کے بغیر کوئی انسان آپ کا راستہ طے نہیں کر سکتا، جب تک کہ آپ کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔

نفس سے جہاد کرنے والوں کی کامیابی

دوستو! یہی ایک سہارا میں اپنے لیے اور آپ کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جن کے ارادے بار بار ٹوٹتے ہوں، جو اللہ کے راستے میں درماندہ و عاجز پڑے ہوں، مغلوب ہو رہے ہوں، نفس و شیطان کی کُشتی میں بار بار ہار رہے ہوں، وہ خواجہ صاحب کا یہ شعر سُن لیں کہ نفس سے کُشتی تو ساری زندگی کی ہے ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کُشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تُو دبالے

وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰی یَاۡتِیَكَ الۡیَقِیۡنُ ﴿۹۹﴾ [۳]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہارے نفس کا جہاد اور تمہاری بندگی کے فرائض موت تک ہیں، موت تک نفس سے لڑتے رہو۔ جو زندگی بھر نفس سے لڑتا رہے گا اور بزرگانِ دین ومشائخ سے نفس سے کُشتی کے داؤ پیچ بھی سیکھتا رہے گا اور ان سے دعائیں بھی کراتا رہے گا، تو حکیم الامّت نے بڑے درد سے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آخری وقت میں اللہ تعالیٰ اس کو نفس و شیطان پر غالب کرکے اور اُس کے قلب سے دنیا کے تمام تعلقات کو مغلوب کرکے اور اپنی محبت کو غالب کرکے ایمان کے ساتھ اُٹھالیں گے۔ یہ بات حکیم الامّت نے فرمائی ان کے لیے جو نفس و شیطان سے کُشتی لڑ رہے ہیں، اللہ والوں کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں، اپنی اصلاح کے لیے درخواستیں کرتے ہیں، اپنے حالات بتاتے ہیں، ان سے علاج بھی پوچھتے ہیں، دعا بھی کراتے ہیں، فکر مند بھی رہتے ہیں، کوشش بھی کرتے ہیں، پرہیز بھی کرتے ہیں، دوا بھی کھاتے ہیں، دعا بھی کرتے ہیں، ان شاء اللہ آخر میں ان کا معاملہ کامیاب ہو جائے گا۔ ہردوئی میں ایک حکیم صاحب تھے۔ انہوں نے حضرت سے کہا کہ میں مر رہا ہوں اور میں آپ کے والد کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ میرا حق ہوتا ہے آپ پر۔ آپ میرے نزدیک صاحبزادے ہیں لیکن میں ناکام جارہا ہوں۔ میری نیکیاں کم ہیں اور گناہوں کے انبار آنکھوں سے نظر آرہے ہیں۔ کیا ہوگا میرا حشر؟ اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا، کراچی سے گیا ہوا تھا۔ حضرت نے خواجہ صاحب کا شعر پڑھ دیا۔ خواجہ صاحب کی شعر وشاعری صرف شعر وشاعری نہیں ہے، وہ حکیم الامّت کی تعلیمات ہیں۔ حکیم صاحب کو ہارٹ کی بیماری تھی، انتقال قریب تھا، حضرت نے خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھا تاکہ ان کو مایوسی نہ ہو

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

۳؎ الحجر: ۹۹

دوستو! اگر کوئی اور خدا ہوتا تو ہم کہہ دیتے کہ اللہ میاں! ہم آپ کے راستے میں نہیں چل سکے، ہماری توبہ بہت ٹوٹ رہی ہے، لہٰذا اب کسی دوسرے خدا کے پاس ہم جارہے ہیں۔ ایک ہی تو اللہ ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہاں جاؤگے؟ ان ہی کا دروازہ ہے، کوئی اور دروازہ بھی نہیں، ہر صورت میں ان ہی کے دروازے پر روتے رہو، اُسی کے گیت گاتے رہو، ان کی حمد و ثنا کرتے رہو۔ ایک شخص ایک بزرگ سے بیعت ہوئے، سردیوں میں بھی تہجد کے وقت میں روزانہ وہ بزرگ اُٹھتے تھے۔ آواز آئی اے شخص! مجھے تیری تہجد قبول نہیں ہے۔ روز وہ مرید یہ آواز آسمان سے سنتا رہا۔ تو شیخ سے اس نے کہا کہ حضرت میں ایک آواز سنتا ہوں جب آپ تہجد پڑھتے ہیں۔ وہ آواز یہ ہے کہ اے شخص! مجھے تیری تہجد قبول نہیں۔ جب حضور آپ کی تہجد اللہ کے ہاں قبول نہیں تو پھر آپ یہ محنت کیوں کرتے ہیں؟ آرام سے سوئیے۔ حضرت نے کہا کہ بھئی بات یہ ہے کہ ایک ہی اللہ ہے میرا، دنیا میں بھی اسی سے پالا پڑا ہے اور آخرت میں بھی، قیامت کے دن بھی ان ہی سے پالا پڑے گا۔ ہمارا کام بندگی کرنا ہے، ان کا کام قبول کرنا ہے۔ وہ اپنا کام جانیں ہم تو اپنا کام کرتے رہیں گے۔ قبول کرنا نہ کرنا تو ان کا کام ہے، میں مالک کے عظیم الشان کام میں کیسے دخل دے سکتا ہوں؟ ہمارا کام تو رونا گڑ گڑانا ہے اور قبولیت کے لیے آہ وزاری کرنا ہے۔ ہم اپنا کام کیے جائیں گے وہ قبول کریں یا نہ کریں۔ ایک شاعر نے کہا تھا ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

حضرت حکیم الامت مجدد الملّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر دیکھا تو فرمایا کہ یہ شاعر بے سمجھ ہے، اہل اللہ کا صحبت یافتہ معلوم نہیں ہوتا، اس لیے سلامتیٔ فہم سے محروم معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو اکڑ دکھارہا ہے کہ اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا، یعنی خم ٹھونک کر اللہ میاں کو پہلوانی دکھارہا ہے کہ اگر آپ نے جہنم میں بھیج دیا تو میں اس کے لیے بالکل تیار ہوں۔ یہ تو بہت بڑی گستاخی ہے۔ جہنم سے بڑے بڑے نبیوں نے پناہ مانگی ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے کوئی شکایت ہی نہیں، میں جہنم کے لیے خم ٹھونک کر بالکل تیار

بیٹھا ہوا ہوں جیسے پہلوان جب اکھاڑے میں جاتا ہے تو بہادری دکھانے کے لیے اپنی ران پر زور سے ہاتھ مارتا ہے، جسے خم ٹھونکنا کہتے ہیں کہ میں میدان میں آگیا ہوں، کوئی ہے میرے مقابلے میں آنے والا۔ حضرت نے فرمایا کہ شعر یوں ہونا چاہیے۔ دیکھیے حکیم الامت اس شعر کی اصلاح فرمارہے ہیں ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو کروں زاری
کہ اس بندے کی خواری کیوں مزاجِ یار میں آئے

نہیں بخشیں گے تو اُن سے روؤں گا۔ اللہ سے رونے سے کام چلتا ہے، بہادری دکھانے سے نہیں چلتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار بخار آگیا تو آپ ہائے ہائے کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا کہ اتنے بہادر صحابی ہو کر آپ ہائے ہائے کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بخار میری ہائے ہائے سننے کے لیے دیا ہے، عمر کی پہلوانی دیکھنے کے لیے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ جب ہماری شکستگی اور عاجزی دیکھنا چاہیں تو ہم کیوں پہلوانی دکھائیں؟ بعض لوگ عید کا چاند دیکھ کر کہتے ہیں ہائے ہائے رمضان چلا گیا! کیا ہائے ہائے کرتے ہو، خوب کھاؤ پیو۔ ہائے ہائے کرنے کا کسی حدیث میں حکم نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب عید کا چاند دیکھو تو خبر دار عید کے دن روزہ نہ رکھو، عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اور ہائے ہائے کرنے کے بجائے فرمایا کہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ یہ محاورہ ہے یعنی خوشی منانے کے دن ہیں۔ جیسے ہم لوگ کہتے ہیں کہ برسات ہے، کھانے پینے کے دن ہیں، پھلوڑیاں پکاؤ۔ رمضان میں جب باندھ دیں بندھے رہو، نہ کھاؤ نہ پیو، لیکن رمضان کے بعد جب کھول دیں تو ہائے ہائے نہ کرو کہ ہائے وہ رسی بڑی اچھی تھی۔ یہی کہو کہ اللہ! تیرا شکر ہے کہ آپ نے ہمارا منہ کھول دیا، اب آپ کی نعمتیں خوب کھائیں گے، پئیں گے، جیسے چھوٹے بچے جب اسکول سے چھوٹتے ہیں تو کیسے چلتے ہیں؟ سنجیدگی سے؟ افسوس کرتے ہوئے کہ ہائے پیریڈ جلدی ختم ہو گیا؟ اسکول کا گھنٹہ کچھ دیر اور چلتا؟ یا اُچھلتے کودتے خوشیاں مناتے ہوئے چلتے ہیں؟ بس بندے کو ایسے ہی رہنا چاہیے ؎

چوں کہ بر میخت بہ بندو بستہ باش
چوں کشاید چابک و برجستہ باش

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ باندھ دے تو بندھے رہو، سرِ تسلیم خم کر دو اور جب کھول دیں تو اب ذرا اُچھل کود بھی دکھاؤ کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ آج آپ نے رسّی کھول دی۔ مالک کی مرضی کو سمجھنا یہ ہے عبدیت۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو انسان میں صحیح بندگی، توازن و اعتدال قائم رہنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر کسی انسان سے غلطی ہو گئی تو اللہ والوں کے بغیر اس کا احساس اور تلافی اور رجوع کی توفیق مشکل ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نوکر کو ڈانٹا جو کُتب خانہ یحیٰویہ میں کام کرتا تھا۔ اپنے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر کُتب خانے کا نام رکھا تھا۔ نوکر نے کہا حضرت جی! معاف کر دو۔ شیخ نے فرمایا کہ اس خطا کو تم نے ایک دو دفعہ نہیں ایک درجن مرتبہ کیا ہے، میں معاف کرتے کرتے تھک گیا۔ ظالم! میں تجھے کتنا بھگتوں؟ بس یہ سننا تھا کہ شیخ کے سگے چچا تبلیغی جماعت کے بانی حضرت الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاس بیٹھے تھے جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، جن کے اخلاص کا درد آج سارے عالم میں پھیل رہا ہے۔

دین کا ہر شعبہ اہم ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خانقاہوں سے کیا ہوتا ہے؟ یہ خانقاہ کا ہی فیض تھا، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے صدقے میں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں دردِ دل اور اخلاص پیدا ہوا۔ میں پوچھتا ہوں کہ تبلیغی جماعت کا کام ایسے عالم سے کیوں نہیں ہوا جس نے کبھی خانقاہ نہیں دیکھی؟ جس نے کبھی اللہ والوں کی جوتیاں نہیں اُٹھائیں؟ ذرا اس کو سوچو تو سہی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدرسے بھی بے کار ہیں۔ دوستو! مولانا الیاس صاحب عالم تھے یا جاہل تھے؟ پس جب وہ عالم تھے تو مدرسوں کا وجود ثابت ہو گیا، ثابت ہی نہیں نہایت ضروری! اور اُنہوں نے کسی بزرگ سے اصلاحِ نفس کے لیے تعلق قائم کیا تھا؟ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، جن کے بارے میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خلیل کو نسبتِ صحابہ حاصل ہے۔ اللہ اکبر! میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنائی۔ چوں کہ میرے شیخ مولانا گنگوہی کے شاگرد کے شاگرد تھے یعنی بخاری کی نسبت سے میرے شیخ اور مولانا گنگوہی

میں ایک واسطہ تھا۔ معلوم ہوا کہ مدارس بھی ضروری ہیں، تبلیغ بھی ضروری، تزکیہ بھی ضروری۔ مدرسے نہ ہوں تو علم کیسے حاصل ہوگا؟ خانقاہیں نہ ہوں تو تزکیہ کیسے ہوگا؟ دین کا ہر شعبہ اہم ہے، اسی لیے میرے مرشد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ (اب رحمۃ اللہ علیہ ہوگئے) فرماتے ہیں کہ دین میں ایک دوسرے کے رفیق بنو، فریق نہ بنو۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب شیخ نے یہ کہا کہ اے شخص! تو نے بارہ دفعہ یہی غلطی کی ہے، میں تجھ کو کتنا بھگتوں؟ یعنی کتنا برداشت کروں۔ تو حضرت مولانا الیاس صاحب پاس بیٹھے تھے، شیخ کے کان میں کہا کہ مولوی جی! اتنا بھگت لو جتنا کل اپنا بھگتوانا ہے۔ یعنی کل قیامت کے دن جتنی اپنی معافی کروانی ہے اتنا دوسروں کو معاف کردو۔

معاف نہ کرنے پر سخت وعید

حضرت حکیم الامّت مجددالملّت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجھ سے معافی مانگتا ہے تو میں فوراً معاف کردیتا ہوں، کیوں کہ اشرف علی کو بھی تو اپنی معافی کروانی ہے۔ لیکن بعض استاد بلکہ بعض ماں باپ بھی نادان ہوتے ہیں۔ اُن سے معافی مانگی جائے تو کہتے ہیں: نہیں! ہم نہیں معاف کرتے، ہمارے جنازے میں بھی مت شریک ہونا۔ آپ جانتے ہیں کہ جو کسی معافی مانگنے والے مسلمان بھائی کو معاف نہ کرے اُس کی کتنی بڑی سزا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ اَتَاہُ اَخُوْہُ مُتَنَصِّلًا فَلْیَقْبَلْ ذٰلِکَ مِنْہُ مُحِقًّا کَانَ اَوْ مُبْطِلًا فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ لَمْ یَرِدْ عَلَیَّ الْحَوْضَ[۱]

یعنی جو اپنے مسلمان بھائی کی معافی کو قبول نہ کرے وہ میرے حوض کوثر پر نہ آئے۔

سوچ لو کہ قیامت کے دن کتنی پیاس لگے گی! شافعِ محشر کے جامِ کوثر سے یہ شخص محروم ہوگیا۔

بیٹے کے سُسرال والوں کے بعض حقوق

ایک شخص ندامت کے ساتھ معافی مانگ رہا ہے، لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ہرگز

---

[۱] کنز العمال: ۳/۳۷۸ (۷۰۲۹)، باب فی تعدید الاخلاق المذمومة، مؤسسة الرسالة- الجامع الصغیر: ۱/۱۵۸

معاف نہیں کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس جہالت سے بچائے۔ اس معاملے میں ماں باپ کی بھی تربیت کی ضرورت ہے۔ ان کو بھی چاہیے کہ بہشتی زیور کے گیارہویں حصے میں رسالہ حقوق الوالدین پڑھ لیں، جس سے معلوم ہو گا کہ والدین کے کیا حقوق ہیں اور کیا نہیں ہیں، اولاد کا کیا حق ہے، بیٹے اور بہو کا کیا حق ہے؟ آج کل ماں باپ کا یہ حال ہے کہ اگر عید بقرہ عید پر بیٹا بیوی بچوں کو لے کر سُسرال چلا گیا یا سُسرال سے کبھی دعوت آگئی کہ آج ہمارے یہاں افطاری کر لینا، تو جو ماں باپ علومِ دینیہ سے واقف نہیں فوراً کہتے ہیں کہ اچھا تم تو جورو کے غلام ہو گئے؟ بیوی کے حکم پر چلتے ہو؟ سسرال والوں کے زر خرید غلام بن گئے، جاؤ ہم تم سے بات بھی نہیں کریں گے۔ یہ کیا بات ہوئی؟ یعنی ساس سسر کا کوئی حق نہیں ہے۔ بس صرف تمہارے ہی حقوق ہیں۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

اس پر ایک بات یاد آئی، لطیفے کے طور پر کہتا ہوں۔ میرے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ بیوی پر رحمت و شفقت کا وعظ کہتے ہو، لیکن بیوی کے ذمے شوہر کے کیا حقوق ہیں اس کو بیان نہیں کرتے۔ حالاں کہ بارہا بتادیا کہ اگر شوہر ناراض سو گیا ہے تو تمہاری تسبیح اور تہجد سب بے کار۔ رات بھر فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں جس کا شوہر ناراض سو گیا۔ اس سے زیادہ شوہر کے حق اور کیا بیان کروں؟ لیکن وہ بے چارے بیوی کا بہت خیال کرتے ہیں، ان کی بیوی ذرا تیز مزاج ہے۔ ایک دن ہنس کر کہنے لگے کہ میں صدر انجمن زن مریداں ہوں یعنی زن مریدوں کی ایک انجمن ہے جس کا میں صدر اور پریزیڈنٹ ہوں۔ میں نے کہا کہ بھئی یہ جملہ تو بڑا لذیذ ہے لیکن انہوں نے مزاحاً کہا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے، اللہ کے لیے اللہ کی بندیوں کو برداشت کرنا اس کا نام زن مریدی نہیں ہے، بلکہ بیویوں کے حقوق میں سے ہے کہ ان کا تھوڑا سا ٹیڑھاپن برداشت کر لیا جائے، کیوں کہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی کی طرح ہے۔[۵] دیکھو تمہاری ٹیڑھی پسلی کام دے رہی ہے یا نہیں؟ اگر سیدھی کرو

---

۵ صحیح البخاری: ۲/۷۷۹ (۵۲۰۰)، باب المداراة مع النساء، المکتبة المظهرية

www.khanqah.org

گے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر ٹیڑھی رہنے دو تو تمہارے لیے مفید ہے، پس ان کے ٹیڑھے پن سے کام چلاؤ، اس لیے بیوی کے معاملے میں تھوڑی نرمی کرو، شفقت کرو، سمجھاؤ۔ قرآن و حدیث سے ان کو آگاہ کرو تا کہ ان کو معلوم ہو کہ شوہر کا کیا حق ہے۔ اگر بیوی رات بھر تہجد پڑھ رہی ہے سجدے میں رو رہی ہے، لیکن اگر اس کا شوہر ناراض ہے تو فرشتے اُس پر لعنت کر رہے ہیں۔ یہی ایک حدیث ان کے لیے کافی ہے۔

میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر بیٹا شریعت کے مطابق بیوی سے حُسنِ سلوک کرے، تو بعض ماں باپ تو بہت جلدی اس کو بد دُعا دے دیتے ہیں کہ خدا کرے تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو! خُدا کرے تو برباد ہو جائے! یہ بہت ہی ظلم ہے اور ایسی بد دُعا کرنا ناجائز ہے۔ ایسے ماں باپ کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ جہاں ماں باپ کے حقوق ہیں اور بیوی بچوں کے حقوق ہیں، اس کو بار بار پڑھیں تا کہ ان کو سمجھ آئے۔

خون کے رشتوں کے حقوق کی اہمیت

اب میں قرآنِ پاک کی آیت کی تفسیر علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی سے سناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ[1]

اللہ سے ڈرو، جس کا واسطہ دے کر تم لوگ اپنا حق مانگتے ہو اور ارحام یعنی خون کے رشتوں کے حقوق میں تم ذرا ہوشیار رہو، ان کا حق ادا کرو، اللہ سے ڈرو، ایسا نہ ہو کہ کسی خون کے رشتے سے قطع رحمی کے سبب تمہاری دعا بھی قبول نہ ہو۔ میدانِ عرفات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور فرمایا کہ جس نے کسی سے رشتہ کاٹا ہو وہ اس سے جوڑے، ورنہ اس کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوگی اور ہماری بھی دعا قبول نہیں ہوگی۔[2] ایک صحابی اُٹھے جنہوں نے اپنی خالہ سے بول چال چھوڑ دی تھی اور فوراً جا کر کہا کہ خالہ جان! مجھے معاف کر دیجیے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا ہے کہ جو خون کے رشتوں کو کاٹ دے گا، اللہ تعالیٰ بھی

---

[1] النسآء:۱

[2] کنزالعمال:۳۶۸/۳(۶۹۸۰)،مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

اس سے کاٹ دیں گے اور اس کی نحوست سے دُعا قبول نہیں ہوگی، لہٰذا خالہ سے معافی مانگ کر دُعا سلام کرکے، معاملہ ٹھیک کرکے آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوگئے۔ لہٰذا ذرا ذرا سی بات پر سگے بھائی سے، چچا، ماموں، دادا، نانا یعنی خون کے رشتوں سے رشتہ نہ توڑو۔ بلاضرورتِ شدیدہ خون کے رشتوں کو کاٹنا جائز نہیں۔

حقوقِ رشتہ داری کے حدود

ہاں کوئی وجہ ہو تو عُلماء سے پوچھو کہ ان حالات میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مثلاً کوئی رشتہ دار ہر وقت بچھو کی طرح ڈستا رہتا ہے یا کوئی بد دین ہے جو تمہیں بُرائی میں زبردستی شریک کرنا چاہتا ہے کہ میرے یہاں آنا پڑے گا، ٹی وی دیکھنا پڑے گا۔ اگر دین کی وجہ سے رشتہ داری کا حق ادا نہیں کرسکتے تو ٹھیک ہے، ایسے لوگوں کے پاس اس وقت مت جاؤ، لیکن بعد میں نرمی سے سمجھاؤ، اللہ والوں کے پاس لے جاؤ، ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔ بہت ہی شدید حالات میں ترکِ تعلق جائز ہے، لیکن اس کے لیے علماء سے مشورہ ضروری ہے۔ کسی صاحب کو ایسے حالات پیش ہوں تو وہ مجھ سے تنہائی میں مشورہ کرلیں۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اس کی بہت زبردست بحث ہے، اس کے حوالے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو مشورہ دے سکوں گا۔ ان معاملات میں اس مشورہ کو میرے شیخ نے بھی بہت پسند فرمایا۔ لیکن بغیر علم کی روشنی کے محض اپنی رائے سے بدون علماء کے مشورہ کے قریبی عزیزوں سے قطع تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔

دوستو! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ رحم کو زبان دے دے گا یعنی خون کے رشتے کو اللہ زبان دے دیں گے۔ وہ کہے گا کہ یااللہ! میں خون کا رشتہ ہوں، آپ نے میرا نام رحم رکھا ہے، آپ کا نام رحمٰن ہے، میں آپ سے مشتق ہوں یعنی آپ سے کٹ کر نکلا ہوں، لہٰذا میرا حق دلوایئے۔ جس نے مجھے جوڑا آپ اس سے جوڑ لیجیے اور جس نے مجھے کاٹا آج اُسے آپ کاٹ دیجیے۔ کتنا اہم معاملہ ہے! اس لیے مشورہ کرلیجیے، اگرچہ بعض سخت حالات میں مجبوریوں کے تحت قطع تعلق کی اجازت کی صورتیں ہیں، لیکن جہاں تک ہوسکے نباہ کرو، بلاضرورت ذرا ذرا سی بات پر خون کے رشتوں کو نہ کاٹو۔

www.khanqah.org

خون کے رشتوں میں کون لوگ شامل ہیں؟

اب سنیے اَرْحَامْ یعنی خون کے رشتوں سے کیا مراد ہے؟ یہ بات جہاں بھی بڑے بڑے علماء کے سامنے میں نے بیان کی، سب نے کہا کہ آج زندگی میں پہلی دفعہ ہم نے یہ بات سنی ہے، ہمارے علم میں آج اضافہ ہوا۔ ہم لوگ رحم کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ، بہن بھائی، دادادادی، نانانانی، خالہ پھوپھی وغیرہ صرف یہ خون کے رشتے ہیں، لیکن علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں اَرْحَامْ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

اَلْمُرَادُ بِالْاَرْحَامِ الْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَمِنْ جِهَةِ النِّسَآءِ[۸]

یعنی ارحام سے مراد وہ رشتے ہیں جو نسب یعنی خاندان سے بنتے ہیں جیسے ماں باپ، دادادادی، نانانانی وغیرہ اور وہ رشتے بھی ہیں جو بیویوں کی طرف سے بنتے ہیں جیسے ساس سُسر، برادرِ نسبتی وغیرہ یہ سب بھی خون کے رشتوں میں شامل ہیں، ان کا حق ویسا ہی ہے جیسے اپنے ماں باپ کا، ان کا ادب واِکرام بھی ویسا ہی ہے۔

سُسرالی رشتوں کی حق تلفیاں

وہ پال کر آپ کو اپنی بیٹی دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بیٹی پال کر وہ آپ کو دے دیں تو ہر وقت مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں کہ گویا ساس سُسر کا اب اپنی بیٹی پر کوئی حق نہیں رہا۔ ذرا ذرا سی بات پر ساس سُسر سے جنگ چل رہی ہے، ان کو حقیر سمجھ رہے ہیں۔ ماں اگر بیمار ہوگئی اور اس نے کہا کہ بھیا! ذرا دو دن میری بیٹی کو اور رہنے دو، میری خدمت کرے گی، تو کہتے ہیں کہ میرا حق ہے، اب میں اس کا مالک ہوں اس کا کان پکڑ کر لے جاؤں گا۔ ارے جاہلو! اللہ سے ڈرو۔ تمہارے اوپر بھی یہ وقت آسکتا ہے۔ اور ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نَسَبًا وَّصِهْرًا[۹] فرمایا، تو نسب کہتے ہیں خاندانی رشتوں کو اور صِهْرًا سے مراد

۸؎ روح المعانی:۱۸۵/۴،النسآء(۱)،دار احیاء التراث،بیروت
۹؎ الفرقان:۵۴

www.khanqah.org

سسرالی رشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عطف کیا ہے، معطوف علیہ معطوف حکم میں ایک ہوتے ہیں جیسے جَاءَ زَیْدٌ وَّ خَالِدٌ، زید بھی آیا خالد بھی آیا تو آنے میں دونوں شریک ہیں۔ اس آیت کے ذیل میں ملّا علی قاری بھی وہی فرماتے ہیں جو علامہ آلوسی نے فرمایا کہ جتنا حق تمام خون کے رشتوں کا ہے اتنا ہی سسرال والوں کا ہے، ان سے ذرا ذرا سی بات پر لڑنا جائز نہیں، حرام ہے، گناہِ کبیرہ ہے۔ اس لیے اگر بیٹا اپنی بیوی کو لے کر عید، بقرہ عید کو یا کسی اور دن ساس سسر کا حق ادا کرنے جاتا ہے تو ماں کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اچھا تو جورو کا غلام بن گیا! باپ کو یہ کہنا جائز نہیں کہ اچھا تم بیوی کے قُلی بن گئے! یہ کیا جہالت کی بات ہے؟ یہ جاہلیت چلی آرہی ہے۔ دوستو! بہت ہی جہالت، علم کی کمی اور بے رحمی کی بات ہے، بلکہ آپ کو تو مُبارک بادی پیش کرنا چاہیے کہ جاؤ، ساس سُسر کا بھی حق ادا کرو، ان کا بھی حق ہے۔ پندرہ سال پال کر اپنی بیٹی دیتے ہیں، کیا ماں باپ سے ملنا اس کا حق نہیں ہے؟ تم اپنی بیٹی دیتے ہو تو کیا پسند کرتے ہو کہ اس کے ساس سسر بھی تم سے نہ ملنے دیں، لیکن دوسرے کی بیٹی پر ڈنڈا شاہی اور نوکر شاہی چلانا چاہتے ہو۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس معاملے میں آج کل والدین بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ بیٹا بے چارہ دیندار، اللہ والا اگر بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آتا ہے تو امّاں ناراض، بے چارہ بے قصور ہے، پھر بھی اماں کے پیر پکڑ کر کہہ رہا ہے کہ امّاں معاف کر دو۔ اماں ہیں کہ بپھر رہی ہیں کہ نہیں! ہم نہیں مُعاف کریں گے، بس ہمارے جنازے میں بھی شریک نہ ہونا۔ ارے! جہالت کی پوٹلیو! ذرا اللہ سے ڈرو۔ اگر تم معاف نہیں کروگی تو خدا بھی قیامت کے دن تمہیں معاف نہیں کرے گا تب پتا چلے گا۔ عُلماء لکھتے ہیں کہ جو زمین پر اللہ کے بندوں کی خطائیں معاف کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ اس کی خطائیں معاف کر دے گا۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صلہ رحمی کا واقعہ

اللہ تعالیٰ تو قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ[۱]

---

[۱] النور:۲۲

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ابو بکر صدیق! کیا تم کو یہ بات محبوب نہیں ہے کہ تم میرے اس بدری صحابی کو جو تمہارا رشتہ دار ہے اور غریب ہے معاف کر دو اور اللہ تمہیں معاف کر دے؟ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے قسم کھائی تھی کہ اب کبھی اس رشتہ دار کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کروں گا، کچھ خیر خیرات بھی نہیں دوں گا، بات چیت بھی نہیں کروں گا۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی صدیقِ اکبر نے قسم توڑی، کفّارہ ادا کیا اور کہا اللہ کی قسم! اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللہُ لِیْ[۱۱] میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ قیامت کے دن مجھے معاف کر دے۔ اے خدا! صدیق تیری آیت کی قدر کرتا ہے، تیرے ہر حکم پر جان دیتا ہے۔ میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس کو معاف کر دوں اور آیندہ میں اس کا اور زیادہ خیال رکھوں گا، ان کے ساتھ اور زیادہ احسان کروں گا۔

بعض ساسوں کی بے رحمی

اور آج کیا حال ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر مائیں کہہ دیتی ہیں کہ اس سے تو بہتر تھا کہ میرے اولاد ہی نہ ہوتی۔ یہی وہ مائیں ہیں کہ اگر اولاد نہ ہو تو تعویذیں مانگتی پھرتی ہیں، روتی ہیں کہ خدا! مجھے ایک اولاد دے دے۔ اور جب خدا اولاد دے دیتا ہے تو دماغ میں خنّاس اور غصّہ اتنا کہ وہ بے چارہ معافی مانگے تو ان کا مزاج ہی ٹھیک نہیں ہوتا۔ شکایت اور ظلم سے بہو کی زندگی اجیرن کر دیتی ہیں۔ کیا جو بہو آتی ہے وہ بیٹی نہیں ہے؟ اگر تمہاری بیٹی کے ساتھ اُس کی ساس یہ معاملہ کرے تو پھر تم کیوں تعویذ لینے آتی ہو؟ بہو کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ کرتی ہو۔ یہ کیا کہ اپنی بیٹی کے لیے تو تعویذیں مانگو اور دوسرے کی بیٹی بیٹی نہیں ہے۔ انتہائی بے رحمی کا معاملہ ہوتا ہے، میں بہت دکھے ہوئے دل سے کہہ رہا ہوں، یہ واقعات فرضی نہیں عرض کر رہا ہوں۔ اس قسم کی باتیں میرے کان میں لائی جاتی ہیں کہ صاحب یہ معاملہ ہو رہا ہے۔ اس لیے دوستو! یہ عرض کر رہا ہوں کہ خالق اللہ کا حق ادا کرنے

---

[۱۱] صحیح البخاری: ۲/۷۰۰ (۴۷۶۸)، باب قولہ: لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا، ذکرہ بلفظ انا لنحب ان تغفر لنا، المکتبۃ المظہریۃ

www.khanqah.org

سے اللہ والے نہیں بنو گے جب تک اللہ کے بندوں پر رحم کرنا نہ سیکھو۔ غصے کا خنّاس نکالو۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے:

مَنْ کَفَّ غَضَبَهٗ کَفَّ اللهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ[۱۲]

جو اپنے غصے کو روکے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک لے گا۔

اب جن کو بہت غصہ آتا ہے ذرا وہ اپنا مزاج درست کرلیں۔ کیسے؟ اپنے غصے کو روکیں، مزاج کو رحم دل بنائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ معاملہ ویسے ہی فرمائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صاحب کیسے برداشت کریں؟ جھنجھلاہٹ آجاتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس شخص کو ایک ڈنڈا لگاؤں۔ جو جھنجھلاہٹ جھنجھلاہٹ کرتا ہے یہ سب بہانے کی باتیں ہیں۔ خود سوچو کہ بے جا غصہ کرنا بڑے عیب کی بات ہے اور حلیم الطبع ہونا بہت بڑی خوبی ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾[۱۳]

جس کا ترجمہ حکیم الامت نے یہ کیا ہے کہ واقعی ابراہیم علیہ السلام بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج، رقیق القلب تھے یعنی طبیعت کے بڑے حلیم تھے، مزاج کے رحمت والے تھے اور دل کے نرم تھے۔ یہ ہیں صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی بیان فرمائیں۔ پس اے دوستو! اگر تم اللہ کے خلیل بننا چاہتے ہو اور میری ماؤں بہنو! تم اگر اللہ کی ولیہ، اللہ کی دوست بننا چاہتی ہو تو یہ تین صفتیں اپنے اندر پیدا کرو۔ دل میں برداشت کی طاقت ہو، مزاج میں شانِ رحمت غالب ہو اور تمہارا دل نرم ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رحم دلی کا واقعہ

دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک بکری جب ریوڑ سے بھاگ گئی، تو کیا واقعہ ہوا؟ یہ واقعہ میں کسی اردو ڈائجسٹ سے بیان نہیں کررہا ہوں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی

۱۲؎ مشکوٰۃ المصابیح: ۴۳۴، باب الغضب والکبر، المکتبۃ القدیمیۃ

۱۳؎ ھود: ۷۵

www.khanqah.org

میں اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ بکری جب ریوڑ سے نکل کر بھاگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے۔ ہر نبی سے بکریاں چروائی گئی ہیں تاکہ ان کے دل میں برداشت کی طاقت پیدا ہو، کیوں کہ بکریوں کو چرانا آسان نہیں ہے، یہ بہت جلدی ادھر اُدھر بھاگتی ہیں کہ چرواہا عاجز آجاتا ہے۔ اللہ میاں انبیاء کو پہلے بکریوں سے مشق کراتے ہیں کہ پہلے بکریوں پر مشق کرو تب تمہیں اُمّت کی خدمت دیں گے۔ چناں چہ جب بکری بھاگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے بھاگے، یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے، کانٹے چبھ گئے، خون بہنے لگا۔ آیندہ ہونے والے نبی کے خون بہہ رہا ہے اور میلوں پیچھے بھاگنے کے بعد جب اس کو پکڑا تو بتاؤ ہم آپ ہوتے تو کیا کرتے؟ خوب پٹائی کرتے، پھر اُٹھا کر پٹخ دیتے اور چھری پھیر دیتے۔

میرے استاذِ حدیث حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند نے یہ قصہ سنایا تھا کہ ایک شخص نے سنا کہ اس کی شادی ایک ایسی عورت سے ہو رہی ہے جو بہت ہی بدتمیز ہے اور غصے کی تیز ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کا علاج کروں گا۔ جب سسرال جانے لگا تو ایک بکری ساتھ لے لی۔ جب واپس آنے لگا تو راستے میں بکری بولی "میں" اس نے بکری کے ایک تھپڑ مارا اور کہا اچھا! اگر پھر "میں" کیا تو ایک ڈنڈا ماروں گا۔ پالکی میں بیٹھی بیوی نے کہا کہ یہ تو بکری کے "میں میں" کرنے پر تھپڑ مار رہا ہے تو مجھ کو کتنا مارے گا۔ اس کے بعد بکری نے دوسری بار "میں" کیا تو اور زور سے مارا اور چیخا کہ نالائق خاموش ہو جا، ورنہ ذبح کردوں گا۔ تین چار تھپڑ کے بعد گھر قریب آگیا۔ بکری نے پھر "میں" کیا تو اس کو اُٹھا کر پٹخ دیا اور کہا کہ خبیث! مانتی نہیں ہے، بار بار منع کرتا ہوں، تھپڑوں سے تو ٹھیک ہوئی نہیں، اب تیرا علاج یہی ہے اور بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا اور دل میں سوچا کہ یا اللہ! اسی سے ولیمہ کروں گا۔ یا اللہ! ولیمے کی نیت سے ذبح کر رہا ہوں، غصے سے نہیں کر رہا ہوں۔ اگلے دن اسی گوشت سے ولیمہ کر دیا، لیکن بیوی پر رعب پڑ گیا، ہمیشہ کے لیے تابع دار ہو گئی اور اس کا سارا غصہ دور ہو گیا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب وہ بکری مل گئی تو انہوں نے نہ اس کو مارا نہ پیٹا، کچھ نہیں کہا، بلکہ رونے لگے اور اس کے کانٹوں کو اپنے ہاتھوں سے نکالنے لگے۔ نبوّت کے ہاتھ بکری کے کانٹے نکال رہے ہیں۔ اپنے پاؤں کے کانٹے بعد میں نکالے پہلے بکری کے کانٹے نکالے اور مارے شفقت کے روتے بھی جا رہے ہیں اور فرمایا کہ

www.khanqah.org

اے بکری! اگر تجھے موسیٰ پر رحم نہیں آیا تو کم از کم اپنی جان پر تو رحم آنا چاہیے تھا۔ اتنا بھاگنے سے تجھے کیا ملا؟ آخر پکڑی گئی اور کانٹے چبھ گئے اور تیرے بھی خون بہہ گیا اور میرے بھی، لیکن اگر میرے خون پر تجھ کو رحم نہیں آیا تو اپنے اوپر ہی رحم کر لیتی۔ جب فرشتوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ شفقت اور پیار دیکھا تو عالمِ بالا میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! یہ شخص نبوّت کے قابل معلوم ہوتا ہے۔

اللہ کے پیارے بندوں کی علامات

اللہ تعالیٰ کے علم میں تو پہلے ہی تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنانا ہے۔ اللہ کے نزدیک پیارا بندہ وہی ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ، اپنے بیوی بچوں کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، تمام انسانوں کے ساتھ حتّٰی کہ جانوروں کے ساتھ بھی رحم دل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا سیکھو۔ ایسی عورت کو قیامت کے دن خدا کی رحمت کیا مل سکتی ہے جو ذرا ذرا سی بات پر بیٹے سے کہے کہ ہم تمہارا منہ نہیں دیکھیں گے۔ تمہاری بہو بھی کسی کی بیٹی ہے، اس کے بھی حقوق ہیں، اس میں آڑے مت آؤ، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ماں باپ کے حقوق الگ ہیں، بیوی بچوں کے حقوق الگ ہیں، سب ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں تو گھر جنت بن جائے۔ یہ بے رحمی ہے کہ بیٹا معافی مانگ رہا ہے اور ماں باپ کہتے ہیں ہم معاف نہیں کرتے۔ ماں باپ تو ایسے ہوتے ہیں کہ بچے معافی مانگ لیں تو فوراً گلے لگا لیں۔ معلوم ہوا کہ رحمت کا مادّہ کم ہو گیا۔ یہ مزاج قابلِ علاج ہے۔

والدین کے حقوق

اور جہاں تک ماں باپ کے حقوق کا تعلق ہے، قرآن و حدیث میں کھول کر بیان کر دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ کے بعد فوراً فرمایا وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا [۱۴] کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اپنی عبادت کے ساتھ والدین سے حُسنِ سلوک کا حکم دے کر والدین کی اہمیت بتادی کہ اصلی مربّی میں ہوں اور والدین متولی

[۱۴] بنی اسرآءِیل: ۲۳

ہیں، لہٰذا میرے حق کے بعد اُن کا حق ہے۔ اور ایک دُعا اور سکھائی:

رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا ﴿۲۴﴾ [۱۵]

اے میرے رب! میرے ماں باپ پر اس طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اور جس طرح بچپن میں اُنہوں نے میرے اوپر رحم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بچپن یاد دلا رہے ہیں۔ ہم پچپن سال کے ہو جاتے ہیں تو اپنا بچپن بھول جاتے ہیں۔ جوانی اور طاقت میں بوڑھے ماں باپ سے انسان گستاخیاں کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بس اب برداشت نہیں ہو رہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسی دُعا سکھائی جس میں ہمیں ہمارا بچپن یاد دلایا اور ماں باپ کے احسانات بھی یاد دلائے کہ ان احسانات کے بدلے میں مجھ سے یوں دُعا کرو:

رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا

اے میرے رب! میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میرے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا۔

والدین کے ساتھ اساتذہ ومشائخ کے لیے دعا مانگنے کا استنباط

اس آیت کے ذیل میں حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اساتذہ اور مشائخ جن سے انسان اصلاحِ نفس کرائے اور ان سے دین سیکھے ان کے لیے بھی دعا گو رہنا چاہیے۔ جب ماں باپ کے لیے دعا مانگے تو اپنے استاد اور شیخ کے لیے بھی دعا مانگے۔ حضرت نے لکھا ہے کہ ربوبیت کے معنیٰ ہیں پرورش۔ پس جنھوں نے بھی پرورش کی ہے، خواہ جسمانی یا روحانی اُن کے لیے بھی دُعا مانگنا چاہیے۔ ماں باپ جسمانی پرورش کرتے ہیں، شیخ روحانی پرورش کرتا ہے، لہٰذا ماں باپ کے ساتھ شیخ کے لیے بھی دُعا کرنی چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

والدین کے حقوق کے سلسلے میں اس وقت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

[۱۵] بنی اسرآءِیل: ۲۴

www.khanqah.org

ایک روایت پیش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے راوی کے حالات پیش کرتا ہوں۔ ابوہریرہ کے معنٰی ہیں بلّی کے بچے کا ابّا۔ هُرَیْرَة کہتے ہیں بلی کے چھوٹے بچے کو۔ ابوهريرة حضرت ابوہریرہ کا اصلی نام نہیں تھا۔ یہ ایک دن اپنی آستین میں بلی کا بچہ لیے ہوئے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تیری آستین میں کیا ہے؟ عرض کیا کہ بلی کا بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ تم اس بلی کے بچے کے ابّا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو بات نکلی وہ قیامت تک کے لیے پکی ہوگئی۔

شیخ ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے مسلم شریف کی شرح لکھی ہے، ۳۵ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان کا اصلی نام عبدالرحمٰن ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبدالشمس تھا۔ عبدالشمس کے معنٰی ہیں سورج کا بندہ۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا تھا، لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جب ابوہریرہ نکل گیا تو یہی نام مشہور ہوگیا اور اتنا مشہور ہوا کہ کَمَنْ لَّا اِسْمَ لَهٗ[۱۶] جیسے ان کا کوئی نام ہی نہ تھا۔ اپنی کنیت سے ایسے مشہور ہوئے کہ لوگ ان کا اصلی نام بھول گئے، یہاں تک کہ ان کا اصلی نام ثابت کرنے کے لیے محدثین کو دلائل قائم کرنے پڑے۔ زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نام نکلا وہی مقبول ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی ان کا اصلی نام نہیں جانتا۔ بڑی کتابوں میں جیسے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اور دوسری بڑی شروح میں ان کا اصلی نام عبدالرحمٰن لکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ (۵۳۶۴) حدیثوں کا مدینہ طیبہ میں درس دیا کرتے تھے۔ جب یہ پڑھانے جاتے تھے تو راستے میں اُن کی والدہ کا مکان پڑتا تھا۔ یہ اپنی امّاں کو سلام کرکے اور اُن کی دُعا لے کر جایا کرتے تھے۔ اُن کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو تھی جن میں تابعین کے علاوہ صحابہ بھی تھے۔ محدثینِ کرام نے اُن کے شاگردوں میں چار مشہور صحابہ شمار کرائے ہیں:

۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ۲) حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما۔
۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔ ۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

---

[۱۶] شرح مسلم للنووی: ۹/۱، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، المطبعة المصرية بالازهر

www.khanqah.org

ان میں سے حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ علم کی دولت وہ چیز ہے کہ امیر المؤمنین کے بیٹے اور بادشاہوں کے بیٹے ایک فقیر درویش کے شاگرد ہو جاتے ہیں۔

ان کے علم کی برکت کی وجہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی حدیثیں مجھے یاد نہیں رہتیں، میرے لیے دعا فرمائیے کہ میں آپ کی جو بات سنوں وہ مجھے یاد رہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُبْسُطْ رِدَاءَكَ [1] اپنی چادر بچھادو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر بچھادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ چادر میں اپنے ہاتھوں سے جیسے بھر بھر کر کچھ ڈالا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اسے سینے سے لگالو۔ اُنہوں نے چادر کو اپنے سینے سے لگالیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے اللہ کے رسول کی کوئی حدیث نہیں بھولتی تھی، سب یاد ہو جاتی تھیں۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب بخاری شریف کی یہ حدیث پڑھائی، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گویا علم عطا فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجاہدے بھی تو بہت کیے تھے، بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، کمزوری کے باعث بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو کو اُڑاتا ہے۔

آج تو ماشاء اللہ طلباء کو خوب گوشت روٹیاں ملتی ہیں، ذرا ہم لوگوں سے پوچھو، ہماری طالب علمی کے زمانے میں ہفتے میں ایک وقت گوشت ملتا تھا اور وہ بھی دو بوٹی، اور آج طلباء کو آٹھ آٹھ، دس دس بوٹیاں مل رہی ہیں پھر بھی سمجھتے ہیں کہ بڑا مجاہدہ کر رہے ہیں۔ عبرت کی بات ہے۔ ارے شکر ادا کرو کہ آج مجاہدہ آسان ہو گیا، سبق پڑھنا آسان ہو گیا، لہٰذا محنت زیادہ کرو، زیادہ دل لگا کر پڑھو، اتنا پڑھو جتنا کھاؤ یا جتنا کھاؤ اُتنا تو پڑھو، جتنا کھاؤ اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرو۔

---

[1] صحیح البخاری: ۲۲/۱ (۱۳۱)، باب حفظ العلم، المکتبۃ المظہریۃ

www.khanqah.org

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں ایک شاگرد تابعی جن کا نام سعید ابن المُسیّب ہے، علم اور کمالات میں سب سے آگے نکل گئے۔ فضیلت کے لحاظ سے صحابہ کرام کے درجے کو تو کوئی غیر صحابی نہیں پاسکتا، امام ابو حنیفہ بھی نہیں پاسکتے، امام بخاری بھی نہیں پاسکتے، لیکن علم کے لحاظ سے، فن کے لحاظ سے، قوتِ حافظہ کے لحاظ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے زیادہ حدیثیں حضرت سعید ابن المسیب کو یاد تھیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ عظیم مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں كَانَ اَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچ ہزار تین سو چونسٹھ حدیثوں میں سب سے زیادہ حدیثیں ان کو یاد تھیں۔

حضرت سعید ابن المسیّب بہت بڑے فقیہ، بہت بڑے محدّث، بہت بڑے متقی اور بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت جب شروع ہوئی تو دو سال گزرنے کے بعد حضرت سعید ابن المسیّب پیدا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساڑھے دس سال خلافت کی۔ کیا شان تھی! جب یہ اسلام لائے تو آسمان سے جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! عمر کے اسلام سے آج آسمانوں پر خوشیاں منائی جارہی ہیں اور فرشتوں میں غلغلہ مچ گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فاروق کا لقب بھی آسمان سے آیا۔

فاروق کے لقب کی وجہ تسمیہ

ایک مرتبہ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف فیصلہ دیا، جس پر یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ میں نہیں مانتا، میرا فیصلہ آپ کیجیے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہر جا! ابھی فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ فرما کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور تلوار لاکر اس کی گردن اُڑادی اور فرمایا کہ یہ ہے تیرا فیصلہ۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو چھوڑ کر امتی سے فیصلہ کرائے اس کا فیصلہ یہی ہے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا یہ عمر فاروق ہے

www.khanqah.org

فَارِقٌ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے، اس لیے ان کا لقب فاروق آسمان سے عطا ہوا، وحی کے ذریعے سے عطا ہوا۔

موت کا دھیان... خاموش واعظ

اتنی خوبیوں کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرامینِ خلافت پر جس انگوٹھی سے مہر لگاتے تھے اس پر ایک حدیث لکھی ہوئی تھی۔ وہ کیا حدیث تھی؟

کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا[۱۸]

نصیحت کے لیے موت کا دھیان کافی ہے

جس شخص سے گناہ نہ چھوٹتے ہوں، جس شخص میں شہوت کی بیماری شدید ہو، جس شخص میں غصے کی بیماری شدید ہو یا جس شخص کا دل نماز روزے میں نہ لگتا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو نصیحت کے لیے موت کا دھیان کافی ہے، یہ خاموش واعظ ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں ہے کہ اللہ نے دو واعظ دیے ہیں، ایک واعظِ ناطق یعنی بولنے والا واعظ وہ قرآن ہے اور ایک واعظِ ساکت یعنی خاموش واعظ وہ موت کی یاد ہے۔[۱۹]

موت کی یاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ چادر اوڑھ کر موت کو یاد کر کے کانپ رہے ہیں، بلکہ موت کا اس قدر دھیان کافی ہے جو ہمیں گناہ کرنے سے روک دے۔ گناہوں کے درآمدات کے جو اعضا ہیں جیسے آنکھ سے حسینوں کو دیکھ کر حرام لذت حاصل کر رہے ہیں یا کانوں سے باتیں سن کر لذتیں حاصل ہو رہی ہیں، قبروں میں یہ سب اعضا فنا ہو جائیں گے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

ایک خواب اور افسانے کے لیے انسان اپنے اللہ کا غضب اپنے اوپر حلال کر رہا ہے۔ لذّتِ دائمی ہوتی تو بھی کہا جاتا کہ چلو بھئی! اس ظالم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض تو کیا مگر کچھ فائدہ بھی اُٹھایا مگر فائدہ کیا ہے؟ محض خواب و خیال کی دنیا۔

---

۱۸ کنز العمال: ۶۹۹/۱۵ (۴۲۷۹۴)، باب ذکر الموت، مؤسسة الرسالة

۱۹ مرقاة المفاتیح: ۵۸/۵، کتاب فضائل القرآن، دار الکتب العلمیة

www.khanqah.org

جو چمن سے گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بُلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

خواب وخیال کی دنیا فانی ہے، یہ چمن جنگل ہونے والے ہیں، کالے بال سفید ہونے والے ہیں۔ گال پچکنے والے ہیں، دانت منہ سے باہر آنے والے ہیں، کمر جھکنے والی اور بڑھاپا آنے والا ہے، بچپن جوانی سے، جوانی بڑھاپے سے اور بڑھاپا موت سے تبدیل ہونے والا ہے اور موت قبروں میں لے جانے والی ہے، جو بچپن کو بھی لے جاتی ہے اور جوانی کو بھی لے جاتی ہے۔ دنیا سے وہی دل لگاتا ہے جو پاگل و بے وقوف ہوتا ہے۔ عارضی لذّت کے لیے اللہ تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر حلال کررہا ہے، لیکن اگر خدانخواستہ اسی حالت میں موت آگئی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کا کیا حال ہوگا؟ مرنے کے بعد تو جو ہوگا سو ہوگا، دنیا ہی میں نافرمانی کا عذاب دل پر شروع ہوجاتا ہے۔ بادشاہ ہمیشہ بادشاہ کو گرفتار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم پر عذاب نازل کرنے سے پہلے جسم کے بادشاہ یعنی دل کو پکڑ لیتے ہیں، کسی گناہ گار کو چین وسکون نہیں، ہر وقت پریشان رہتا ہے، جیسے ہیروئن پینے والا سِسک سِسک کر مر رہا ہوتا ہے، مگر ہیروئن چھوڑنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ دوسروں کو اس پر رحم آتا ہے مگر اسے اپنے اوپر رحم نہیں آتا۔ بعض وقت انسان کو گناہ کی ایسی بُری عادت پڑجاتی ہے کہ ساری دنیا اس پر رحم کرے، اس کے لیے رو رو کر دُعا مانگے مگر اس ظالم کو اپنے اوپر رحم نہیں آتا، اسی لیے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر راستے میں کوئی کانٹے دار درخت اُگ جائے تو اسے فوراً اُکھاڑ پھینکو، یہ نہ کہو کہ کل اُکھاڑیں گے، جنہوں نے کہا کہ کل اکھاڑیں گے، تو کل کل کرتے ہوئے اس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں گھس گئیں اور وہ درخت مضبوط ہوگیا اور اُکھاڑنے والا کمزور ہوگیا۔ اب اکھاڑنا بھی چاہے گا تو نہیں اُکھاڑ سکے گا، اسی لیے مولانا رومی نصیحت فرماتے ہیں کہ گناہوں کو جلدی چھوڑ دو، ورنہ اگر دیر کرو گے تو گناہوں کو چھوڑنا بھی چاہو گے تو نہیں چھوڑ سکو گے۔ بعض ہیروئن پینے والوں کو میں نے دیکھا کہ پولیس انہیں پکڑ کر پٹائی کررہی تھی۔ ان کی حالت کو دیکھ کر رونا آگیا کہ آہ! مسلمان کس حالت میں ہے، صحت بھی ایسی خراب کہ مرنے کے قریب ہے۔ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آگیا ؎

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم تر نہیں

ہمارے گناہوں پر فرشتے رو رہے ہیں، اولیاء اللہ رو رہے ہیں، لیکن اپنی حالتِ زار کا ہمیں احساس بھی نہیں کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہم اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، صالحین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے محروم ہورہے ہیں، کیوں کہ آپ نے التحیات میں دعا مانگی تھی:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

جتنے صالحین بندے ہیں اللہ سب پر سلامتی نازل کرے تو صالحین جب فاسقین ہوجاتے ہیں یعنی جب کوئی صالح آدمی گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے تو وہ بھی اس دعا سے محروم ہوجاتا ہے۔

دنیا بھر کے اولیاء اللہ کی دعا لینے کا طریقہ

ساری دنیا کے اولیاء اللہ نماز میں جب التحیات پڑھتے ہیں، تو صالحین کے لیے یہ دعا مانگتے ہیں۔ جو اولیاء اللہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جو مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہے ہیں، وہ بھی تو التحیات پڑھتے ہیں۔ اگر ہم صالح بن جائیں تو ساری دنیا کے اولیاء اللہ کی یہ دعا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ہمیں مل جائے گی، لیکن خدا نہ کرے کہ کسی کا دل ایسا سخت ہوجائے کہ دنیا والوں کو اس پر ترس آئے مگر اسے اپنی حالت پر ترس نہ آئے۔ یہ ڈرنے کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ سے رونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، اللہ تعالیٰ ہی فضل فرمائیں اور توفیق دیں۔ توفیق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس لیے دُعا خود بھی کریں اور اللہ والوں سے بھی دعا کرائیں۔

خیر تو میں عرض کررہا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں حضرت سعید ابن المسیّب علم و فضل میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ ان کے ایک شاگرد حضرت مکحول بھی جلیل القدر تابعی تھے۔ سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جب فتویٰ لکھتے تھے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے تھے۔ یا اللہ! نہیں ہے نیکی کرنے کی طاقت مگر اے اللہ آپ کی مدد سے۔

www.khanqah.org

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ کے معنیٰ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بتاؤ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ کے کیا معنیٰ ہیں؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَوْلَ عَنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ اِلَّا بِعِصْمَةِ اللهِ وَلَا قُوَّةَ
عَلٰى طَاعَةِ اللهِ اِلَّا بِعَوْنِ اللهِ[20]

یعنی نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے نیکی کرنے کی طاقت مگر اللہ کی مدد سے۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے کَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ[21] محدثین کرام نے لکھا ہے کہ اس کو جنت کا خزانہ اس لیے فرمایا گیا کہ اس کی برکت سے نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جنت ملنے کے یہی دو راستے ہیں کہ انسان نیکی کرنے لگے اور گناہ سے بچنے لگے، لہٰذا چاہیے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ کم سے کم ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھ لیں۔ آپ کہیں گے کہ ایک سو گیارہ میں کیا خاص بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام اَلْكَافِيْ ہے۔ ایک سو گیارہ کافی کا عدد ہے۔ ان شاء اللہ ایک سو گیارہ مرتبہ لَا حَوْلَ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آپ کی ہدایت کے لیے کافی ہو جائیں گے۔ اس کلمے کے اوّل و آخر درود شریف پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے روئیں اور گڑگڑائیں کہ یا اللہ! مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کیجیے، میں نے اپنی زندگی کو بہت آزمالیا، یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں، ہم کو ہماری ہمت کے حوالے نہ کیجیے، ہم تباہ ہو جائیں گے، برباد ہو جائیں گے، آپ اپنی رحمت سے مدد کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مدد آجائے گی۔ جو اللہ تعالیٰ سے اُن کی مدد مانگتا ہے محروم نہیں رہتا، لیکن کام

---

[20] مرقاة المفاتیح: ۳۲۹/۲، باب فضل الاذان واجابة المؤذن، دار الكتب العلمية

[21] صحیح البخاری: ۱۰۹۹/۲، باب قوله: وكان الله سميعا بصيرا، المكتبة القديمية

www.khanqah.org

رونے ہی سے بنتا ہے۔ بابا آدم علیہ السلام کا کام رونے ہی سے بنا۔ اسی طرح ہم لوگوں کا کام بھی رونے ہی سے بنے گا۔ رونے سے پچھلے گناہوں کی معافی بھی ہو جائے گی اور اگلے گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی ہو جائے گی۔ اگر صحیح معنوں میں رونا نہ آتا ہو تو رونے والوں کی شکل بنالو، یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔[٢٢] اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر بھی ہو جائے گا۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ سعید بن المسیّب کے شاگرد بھی تابعی تھے۔ ایک تابعی دوسرے تابعی کا استاد بنا ہوا ہے۔ اس میں کیا اشکال ہے جبکہ بعض صحابی دوسرے صحابہ کے استاد بنے۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ قرأت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں۔

تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے صحابہ کو دیکھا ہو۔ حضرت مکحول تابعی تھے جو شام کے سب سے بڑے مُفتی تھے۔ اتنے جلیل القدر مفتی کے استاد سعید ابن المسیب بھی بڑے جلیل القدر تابعی تھے، جن کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سب سے زیادہ یاد تھیں۔ مفتیٔ شام حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طُفْتُ الْاَرْضَ کُلَّهَا فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ میں نے علمِ دین کی طلب میں زمین کی بہت سیر کی فَمَا لَقِيْتُ أَعْلَمَ مِنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ میں نے سعید بن المسیّب سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں پایا۔

اسماء اعظم مَلِيْكٌ اور مُقْتَدِرٌ کے معانی

ایک آیت کی تشریح میں علامہ سید آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾[٢٣]

اللہ پاک کے دو نام ہیں مَلِيْك اور مُقْتَدِر۔ مَلِيْك کے معنیٰ کیا ہیں؟ مَلِك اور مَلِيْك میں کیا فرق ہے؟ جبکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ مَلِكٌ کے معنیٰ ہیں صاحبِ مملکت اور

---

٢٢ سنن ابن ماجة: ٣٣٦ (٤١٩٦)، باب الحزن والبكاء، المكتبة الرحمانية

٢٣ القمر: ٥٤-٥٥

مَلِيْك کے معنیٰ ہیں صاحبِ مملکتِ عظیمہ یعنی بہت بڑی مملکت کا مالک۔ اللہ تعالیٰ نے مَلِك بھی فرمایا اور مَلِيْك بھی فرمایا۔ سورۃ القمر میں مَلِيْك اور مُقْتَدِر دو نام نازل کیے۔ قادر کے معنیٰ ہیں قدرت کا مالک اور مقتدر کے معنیٰ ہیں قدرتِ عظیمہ یعنی بڑی قدرت کا مالک۔ ان دوناموں کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کے اندر اسمِ اعظم چھپا ہے، ان دو بزرگ ناموں میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کی شان چھپا رکھی ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ میری دعا قبول ہو تو وہ ان دوناموں کو پڑھ لے يَا مَلِيْكُ، يَا مُقْتَدِرُ تو مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔

اب علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن المسیب کا ایک واقعہ لکھتے ہیں، یہ واقعہ ہمارے لیے انتہائی مفید ہے۔ حضرت سعید بن المسیب مدینہ پاک میں پیدا ہوئے، مدنی ہیں۔ صحابہ اجمعین اور تابعین مسجدِ نبوی ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ تو جو واقعہ عرض کرنا تھا، وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعید بن المسیب فجر کی نماز کے لیے نکلے، مگر ان کو رات کا وقت سمجھنے میں کچھ دھوکا لگ گیا اور دو گھنٹہ پہلے مسجد پہنچ گئے۔ صبح ہونے تک تہجد اور تلاوت میں مشغول رہے۔ زیادہ عبادت سے تھک کر سو گئے تو غیب سے ایک آواز آئی کہ سعید ابن المسیب! تو یہ دعا پڑھ کر جو بھی مانگے گا تیری دعا ہمیشہ قبول کی جائے گی۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ غیبی آواز سن کر وہ خوف زدہ ہو گئے۔ پھر یہ آواز آئی کہ ڈرو مت، تمہیں ایک دولت دی جارہی ہے، یہ پڑھو: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْن۔ ہاتِف غیبی سے تابعی کو ایک وظیفہ مل رہا ہے۔ علامہ آلوسی جیسا مفسرِ عظیم اپنی تفسیر روح المعانی میں یہ واقعہ بیان کررہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْن کے معنیٰ ہیں کہ اے اللہ! آپ ملیک ہیں، آپ مقتدر ہیں، جو آپ چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے، جس چیز کی مشیت کا آپ فیصلہ کرتے ہیں وہ ہو جاتی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں نے تمام زندگی اس دُعا کو پڑھ کر جو بھی دعا مانگی وہ کبھی رد نہیں ہوئی، ہمیشہ مقبول ہوئی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب

www.khanqah.org

اس دعا میں یہ خاصیت ہے تو میں بھی کیوں نہ مانگوں؟ چناں چہ جہاں انہوں نے یہ واقعہ تحریر کیا ہے وہاں اپنے لیے بھی یہ دعا مانگی اور اس کے بعد یہ دعا مزید مانگی کہ اَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ اے اللہ! اے اللہ! مجھے دونوں جہاں میں نیک بخت بنادیجیے، اچھی قسمت والا بنادیجیے وَکُنْ لِّیْ اور آپ میرے خاص بن جائیے وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ اور میرے خلاف کبھی نہ ہوجائیں وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ اور میری مدد کیجیے ان لوگوں پر جو مجھ سے بغاوت کر کے مجھے تکلیف اور نقصان دینا چاہتے ہیں وَاَعِذْنِیْ مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ اور مجھے قرض کے غم سے نجات دے دیجیے وَقَھْرِ الرِّجَالِ اور لوگوں کے سب و شتم اور ظلم و جور سے مجھ کو محفوظ فرمادیجیے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ اور دشمنوں کے لعن و طعن سے اور اعتراضات سے مجھے بچالیجیے۔[۲۴]

وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَالْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی معافی کا واقعہ

معلوم ہوا کہ اسمائے اعظم مَلِیْك اور مُقْتَدِر کے واسطے سے دعا قبول ہوتی ہے، لہٰذا یہ دعا بھی مانگ لیں کہ یا اللہ! ہمارے ذمہ جو والدین کے حقوق ہیں، رشتہ داروں کے حقوق ہیں، اولاد کے حقوق ہیں اُن کو صحیح طور سے ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، کیوں کہ حقوق العباد کا معاملہ اتنا اہم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے اپنے ابّا یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے اپنے بھائی پر ظلم کیا، اُس کو کنویں میں پھینک دیا، تاکہ وہ مرجائیں یا کوئی قافلہ ان کو اٹھا کر لے جائے۔ بھائی یوسف نے تو ہمیں معاف کردیا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ[۲۵] کہہ دیا کہ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، میں تم سب کو معاف کرتا ہوں، لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا ہو، کیوں کہ کبھی بیٹا معاف کردیتا ہے، لیکن ابا کہتا ہے کہ نہیں میرے بیٹے نے معاف کردیا، میں بحیثیت

---

۲۴ روح المعانی: ۹۶/۲۷، القمر (۵۴-۵۵)، دار احیاء التراث، بیروت

۲۵ یوسف: ۹۲

www.khanqah.org

باپ کے معاف نہیں کرتا۔ تم نے میرے بیٹے کو کیوں ستایا؟ بارہا ایسا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو کسی نے ستایا تو بندے نے معاف کر دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کیا۔ اس لیے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ہم سے پوچھ لیا کہ تم نے میرے نبی یوسف علیہ السلام کو کس لیے کنویں میں ڈالا تھا، کس جرم کی بنا پر تم نے ان کو ستایا تھا، تو ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ لہٰذا اے ہمارے ابّا جان! آپ ہمارے لیے رو رو کر دعا مانگیے، آسمان سے معافی حاصل کیجیے۔ بھائی یوسف نے تو معاف کر دیا، اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی معافی دلوا دیجیے، تاکہ قیامت کے دن ہم سب بھائیوں کی ذلت و پریشانی کا خطرہ ختم ہو جائے۔

قبولیتِ دعا میں تاخیر کی مصلحت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے تقریباً بیس برس تک دعا مانگی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے اُنہوں نے چالیس برس تک حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے کی دعا مانگی تھی جو چالیس سال کے بعد قبول ہوئی۔ آج ہماری دعا چھ مہینہ بھی قبول نہ ہو تو ہم نا اُمید ہو جاتے ہیں، چھ مہینہ تو بڑی چیز ہے، ہم تو رات کو دعا مانگتے ہیں اور صبح دیکھتے ہیں کہ وہ دعا قبول ہوئی کہ نہیں۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ایک سیدھے سادے سے مجذوب تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ مجھے سخت کھانسی نزلہ ہے، دُعا کر دیجیے کہ میں اچھا ہو جاؤں۔ رات کو دعا مانگی، صبح ان سے پوچھنے گئے کہ میری دعا قبول ہوئی کہ نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعے سے سبق ملتا ہے کہ دعا مانگتے رہو، جلد بازی نہ کرو، نبیوں کے طریقے پر رہو، کوئی پروا مت کرو، دُعا فائدے سے خالی نہیں۔ اگر قبولیت میں دیر معلوم ہو تو دُعا تو قبول ہو جاتی ہے، لیکن کبھی اس کا ظہور دیر سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو محبوب رکھتے ہیں اس سے چاہتے ہیں کہ کچھ دن اور دعا مانگ لے، کچھ دن تک اور میری چوکھٹ پر پڑا رہے، قبول تو فوراً کر لیتے ہیں ظہور دیر سے کرتے ہیں، تاکہ بندہ کچھ دن گڑ گڑاتا رہے، میرا اپنا بندہ ہے، مجھے پکارتا رہے، مجھے اس کا یہ پکارنا اچھا لگتا ہے، ورنہ اگر جلد قبول کر لوں گا تو بھاگ جائے گا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

www.khanqah.org

اُمید نہ بر آنا اُمید بر آنا ہے
اک عرضِ مسلسل کا کیا خوب بہانا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ بہت دن تک عرضی پیش کرتا رہے۔ مناجات کی لذت لیتا رہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کہتا ہے اے اللہ! تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

خوش ہمی آید مرا آوازِ او
واں خدایا گفتن و آں رازِ او

میں اپنے بندوں کی اس آواز سے بے حد خوش ہوتا ہوں، ان کا یاخدایااللہ کہنا اور پھر اپنی معروضات پیش کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ اپنے بندوں کی ان اداؤں سے مجھے بہت ہی خوشی ہوتی ہے، لہٰذا دُعا کی قبولیت میں کبھی دیر ہوجائے تو سمجھ لو کہ دعا قبول تو ہوگئی، ابھی ظاہر نہیں فرمارہے ہیں۔ ہماری مناجات سے اللہ پاک خوش ہورہے ہیں اور اپنی لذتِ مناجات سے ہم مسرور ہورہے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

از دُعا نبود مرادِ عاشقاں

عاشقوں کا مقصد دُعا کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہم لوگ تو یہ چاہتے ہیں جلدی سے ہمارا کام بن جائے، لیکن اللہ کے عاشق جب دُعا کرتے ہیں تو ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ ؎

جز سخن گفتن باآں شیریں وہاں

عاشقوں کی مراد سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتی کہ اس شیریں دہن یعنی محبوبِ حقیقی سے کچھ دیر تھوڑی گفتگو اور لذّتِ مناجات لے لیں۔ اور فرمایا کہ اگر تم دُعا کے ظہور میں نامراد ہوئے، تمہارا کام نہ بنا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمایش بھی کرتے ہیں، تکمیلِ محبت فرماتے ہیں۔ جس شخص کی ہر دُعا قبول ہوجائے، جس شخص کی ہر آرزو پوری ہوجائے وہ اللہ کا عاشق کامل نہیں ہوسکتا۔ تکمیلِ محبت کے لیے نامرادی لازم ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ہوتی نہ یوں تکمیلِ محبّت
اپنی تمنّا ہوتی جو پوری

جس کی ہر تمنا پوری ہو جائے پھر وہ اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ ہمارے بزرگوں نے تو یہ فرمایا کہ اللہ کی یاد میں تڑپتے رہو یہی حیات ہے۔

بہت پہلے جب میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی مجلس میں پہلی بار حاضر ہوا تو حضرت ترنم سے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت کی آواز بھی غضب کی تھی۔ اُس وقت میرا کم عمری کا زمانہ تھا، طبیہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔ کیا کہیں کہ کیسا مزہ آتا تھا! بڑے بڑے علمائے کرام ان کے قدموں میں بیٹھ کر لطف لیتے تھے، اللہ کی محبت سیکھتے تھے۔ جب میری ان سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تو حضرت علماء کے سامنے یہ شعر پیش کر رہے تھے ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

اور پھر یہ شعر کہا کہ اللہ کے بغیر زندگی کیا ہے؟ فرماتے ہیں ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے مجھ کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

یعنی اللہ کے نام کے بغیر سکون و آرام ہو جائے یہ عشق نہیں ہے، اور فرمایا ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو

دنیاوی عاشقوں کو تڑپنے میں بہت ہی مُصیبت اور تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے، ان کی زندگی عذابِ دوزخ کا نمونہ ہوتی ہے، لیکن اللہ کی محبت میں جو تڑپتا ہے بے چین رہتا ہے اسی کے قلب پر سکینہ کی بارش ہوتی ہے، لہٰذا فرماتے ہیں ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

یعنی جس کو تڑپنے میں جنت کا مزہ نہ آرہا ہو وہ خدا کا عاشق نہیں ہے، وہ کسی اور کا عاشق ہو گا۔ کسی مرنے، سڑنے، گلنے، پکنے، موتنے والی لاش کا عاشق ہو گا، ورنہ اللہ کی یاد میں تو بہت مزہ آتا ہے۔اور فرماتے ہیں۔

قیس بے چارا رُموزِ عشق سے تھا بے خبر
ورنہ اُن کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

قیس مجنوں کا نام تھا۔ وہ اونٹنی پر بیٹھ کر لیلیٰ کا راستہ طے کرتا تھا، لیکن مولیٰ کا راستہ طے کرنے کے لیے اونٹنی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کے راستے پر تو آدمی دل کے پَر سے اُڑتا ہے۔ عارف کا جسم زمین پر ہے، لیکن دل کے پَروں سے وہ ہر وقت اللہ کے عرشِ اعظم تک اُڑ رہا ہے۔ اللہ کی یاد میں اس کے آہ و نالے عرش تک جارہے ہیں۔ اپنا ایک شعر یاد آگیا۔

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے میری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

دُعا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی معافی کے لیے نازل ہوئی

تو دوستو! میں کہہ رہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیس سال تک اپنے بیٹوں کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی۔ چوں کہ بچوں کے باپ تھے، لہٰذا بہت محبت سے دعا مانگی کہ یا اللہ! میرے بیٹے یوسف نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا جنھوں نے اس پر ظلم کیا تھا آپ بھی ان کو معاف فرما کر وحی نازل کر دیجیے، تاکہ میں اپنے بچوں کو مطمئن کر دوں، کیوں کہ میرے بیٹوں کو خطرہ لگا ہے کہ حشر کے میدان میں کہیں آپ ان کی گرفت نہ فرمائیں۔ تفسیر روح المعانی میں سورۂ یوسف کی تفسیر میں علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بیس سال کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی دعا قبول ہوگئی۔ یوسف علیہ السلام کے جن بھائیوں نے ان پر ظلم کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُن کی خطا معاف فرمادی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ آپ آگے کھڑے ہو جائیں:

فَقَامَ الشَّيْخُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَامَ يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَلْفَهُ وَقَامُوْا خَلْفَهُمَا

حضرت یعقوب علیہ السلام آگے قبلہ رو کھڑے ہوئے اور ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کے سب بھائی کھڑے ہوئے جنھوں نے ان پر ظلم کیا تھا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا سکھائی جو وہ آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے:

۱) يَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا۔ اے ایمان والوں کی امید! ہماری امیدوں کو نہ کاٹیے۔ ہماری آخری اُمید آپ ہی ہیں۔ ہماری آخری پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔

من بأمیدے رمیدم سوئے تو

آخر میں انسان اللہ ہی کے پاس بھاگتا ہے۔ گناہ کر کے بھی اللہ ہی کے پاس جا کر کے روتا ہے کہ یا اللہ! مجھے بچائیے۔

۲) يَا غِيَاثَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَغِثْنَا۔ اے مؤمنین کی فریاد سننے والے! ہماری فریاد سن لیجیے۔

۳) يَا مُعِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِنَّا۔ اے ایمان والوں کی مدد کرنے والے! ہماری مدد کیجیے۔

۴) يَا مُحِبَّ التَّوَّابِيْنَ تُبْ عَلَيْنَا۔[۲۶] اے توبہ کرنے والوں سے محبت رکھنے والے! ہم سب کی توبہ قبول کر لیجیے۔ کیوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے توبہ کر لی تھی، اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اطلاع مل گئی کہ سب کی معافی کر دی گئی۔

---

[۲۶] روح المعانی:۱۳/۵۶، یوسف (۹۹)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

والدین کے نافرمان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دُعا

میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت سنانا چاہ رہا تھا اب وہ بیان کرتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے۔ تین دفعہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کون شخص ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر وہ ان کی خدمت کرکے، ان کو خوش کرکے اپنے آپ کو جنت میں نہ داخل کرالے، ایسا شخص ہلاک ہو جائے۔[۲۷]

والدین کی عظمت اور حقوق

پچھلے جمعہ کو میں نے بہو اور بیٹے کا حق بیان کیا تھا، تو کچھ مائیں منتظر رہیں کہ ہمارا حق بھی تو بیان کریں، لہٰذا آج میں اس لیے یہ روایت سنا رہا ہوں کہ ماں باپ سے ظلم بھی ہو جائے تو بھی ان کے ساتھ گستاخی اور بدتمیزی جائز نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر ہمارے ماں باپ ہم پر ظلم بھی کریں، تو کیا ہم پھر بھی ان کے ساتھ احسان کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر وہ ظلم بھی کریں، اگر وہ ظلم بھی کریں، اگر وہ ظلم بھی کریں۔ تین مرتبہ فرمایا وَاِنْ ظَلَمَاہُ، وَاِنْ ظَلَمَاہُ، وَاِنْ ظَلَمَاہُ[۲۸] معلوم ہوا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اگر ماں باپ کا تحمل کمزور ہو جائے، ان کے دماغ و دل کمزور ہو جائیں اور وہ اولاد سے ظلم و زیادتی بھی کر بیٹھیں تو ان کے ظلم پر صبر کرو۔ جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو مثل بچے کے کمزور ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے بچے کی طرح ان کے دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں، لہٰذا اگر ان سے غلطی ہو جائے، بے جا ڈانٹ ڈپٹ کریں تو اس کو برداشت کرو۔ جب بڑے ناراض ہو جائیں تو چھوٹے بڑوں کی رعایت کریں۔ ساس بہو سے بڑی ہے، لہٰذا بہو کو چاہیے کہ اگر وہ اپنی بہو سے آرام اٹھانا چاہتی ہے تو اپنی ساس کو خوش

۲۷ صحیح مسلم: ۳۱۴/۲، باب بر الوالدین وانہما احق بہ، ایچ ایم سعید

۲۸ کنز العمال: ۴۷۸/۱۶ (۴۵۵۳۹)، بر الأب والأم، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

رکھے۔ اگر اپنی بہو سے اپنا اکرام چاہتی ہے تو آج اپنی ساس کا اکرام کرے۔ اور بیٹے صاحب اگر اپنی اولاد سے آرام اُٹھانا چاہتے ہیں تو آج اپنے ماں باپ کا ادب کریں۔ کل ان کی اولاد، ان کی بہو اور داماد ان کے ناز اُٹھائیں گے اور ان کا ادب و اکرام کریں گے۔

ماں باپ کو ستانے کا عذاب

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رسی ڈال کر بسواری تک کھینچا، یعنی بانس کے درختوں تک کھینچ کر لے گیا۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹے! اب آگے نہ کھینچنا ورنہ تو ظالم ہو جائے گا۔ بیٹے نے کہا کہ ابّا! دروازے سے یہاں تک چالیس پچاس قدم جو کھینچا یہ ظلم نہیں ہوا؟ کہا نہیں، کیوں کہ میں نے تیرے دادا کو یعنی اپنے بابا کو یہاں تک کھینچا تھا۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ اور گناہوں کا عذاب تو آخرت میں ہو گا، لیکن ماں باپ کے ستانے کا عذاب دنیا میں بھی ملتا ہے۔ جو اپنے ماں باپ کو ستاتا ہے اس کو موت نہیں آسکتی جب تک وہ اپنے کیے کی سزا نہ بھگت لے۔ اس لیے ماں باپ کے معاملے میں تحمل سے کام لینا چاہیے، مشورہ کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو ان کی عمر کا لحاظ کر کے درگزر کرنا چاہیے جیسے چھوٹے بچے نے کوئی غلطی کی تو آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے ہیں۔ اسی طرح جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کی عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

ایک ہندو بنیے کا قصہ ہے۔ وہ اپنے چھوٹے بچے کو گود میں لیے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا تھا۔ ایک کوّا اس کی دیوار پر آکر بیٹھ گیا۔ بچے نے اپنے بابا سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا بیٹے یہ کوّا ہے۔ بچہ بار بار پوچھتا رہا اور یہ بار بار اسے بتاتا رہا، یہاں تک کہ بچے نے سو دفعہ یہی بات پوچھی۔ بنیے نے اپنے منشی سے کہا کہ کھاتے میں اس واقعے کو نوٹ کر لو۔ جب وہ بڈھا ہوا تو ایک دن دیوار پر کوّا آکر بیٹھا، تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کوّا ہے۔ تین دفعہ پوچھنے کے بعد جب باپ نے چوتھی دفعہ پوچھا، تو بیٹے نے کہا زیادہ ٹرٹر نہ کرو، سیدھے پڑے رہو، کیا رٹ لگا رکھی ہے؟ تین دفعہ تو جواب دے چکا ہوں۔ تو باپ نے اپنی نوٹ بُک منگوا کر بیٹے کو دکھائی کہ جب تم چھوٹے تھے تو تم نے یہی سوال مجھ سے سو دفعہ پوچھا

www.khanqah.org

تھا اور میں نے سو دفعہ جواب دیا تھا اور اب تم تین دفعہ کے بعد بیزار ہو گئے۔ اگر اولاد دیندار نہ ہو تو ماں باپ کی خدمت اولاد کو بڑی بھاری لگتی ہے۔ دوستو! اگر کسی شخص نے ماں باپ کو ستایا، اسے اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اس کا عذاب نہ چکھ لے گا۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے سے تمام گناہوں کو بخش دے گا مگر والدین کی نافرمانی کو معاف نہیں کرے گا، بلکہ مرنے سے پہلے اس شخص پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کریں گے، وہ چین سے نہ رہ سکے گا، کسی نہ کسی مصیبت میں پھنستا رہے گا۔

مجھے بمبئی میں ایک مولوی صاحب ملے، لمبا کُرتا، گول ٹوپی، حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت، بڑے تہجد گزار، لیکن ایک مرتبہ اپنی بیوی کی خاطر اپنی ماں کو کچھ سُست کہہ دیا۔ ماں نے بد دُعا دی کہ اللہ کرے تو کوڑھی ہو کر مرے۔ ان کے ہاتھ میں میں نے خود کوڑھ دیکھا، مشکل سے بیس بائیس سال عمر تھی، انہوں نے دکھایا ان کی اُنگلی سڑ کر گل رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کوڑھ کیسے ہوا؟ کہا ماں کی بد دُعا کی وجہ سے۔

ایک صحابی کا انتقال ہونے لگا تو لوگ انہیں کلمہ کی تلقین کرنے لگے، مگر ان کے منہ سے کلمہ نہیں نکل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی ماں کو بلواؤ۔ جب ان کی ماں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنے بیٹے سے ناراض ہو؟ اُنہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں اس سے ناراض ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ تمہارا بیٹا آگ میں جلے؟ اس نے کہا کہ نہیں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس پھر جلدی سے اُسے معاف کر دو۔ انہوں نے معاف کر دیا تو اس صحابی نے فوراً کلمہ پڑھا اور روح پرواز کر گئی۔

قیامت کے دن فرماں بردار اولاد میں شمولیت کا طریقہ

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جن کے ماں باپ انتقال کر گئے اور وہ اولاد سے ناراض تھے، تو اب اُن کو راضی کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اس کا بھی نسخہ سن لیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے ماں باپ کا انتقال ہو گیا اور اُس نے زندگی میں ان کو ستایا ہو لیکن بعد میں ہدایت ہو گئی، تو نافرمان اولاد اُن کے لیے دعائے مغفرت

www.khanqah.org

کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرے اور اپنی نفلی عبادات کا ثواب ان کو بخشتی رہے۔ صدقہ خیرات کرتی رہے، تلاوت سے ایصالِ ثواب کرے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو فرماں بردار اولاد میں لکھ دیں گے۔ یہ حدیث بھی آپ حضرات کے سامنے پیش کردی تاکہ کسی کو مایوسی نہ ہو۔ ہوسکتا ہے یہاں کوئی ایسا شخص ہو جس نے والدین سے گستاخی کی ہو اور وہ اس سے ناراض دنیا سے گئے ہوں، تو وہ بھی تلافی کرسکے اور پوری زندگی ان کو ایصالِ ثواب کرتا رہے، نفلی عبادات سے بھی اور مالی صدقات سے بھی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے اور ماں باپ کے فرماں برداروں میں لکھ دیں گے۔ سبحان اللہ! کیا اللہ کی رحمت ہے کہ کسی حال میں بندوں کو مایوس نہیں کیا۔

والدین کو نظرِ رحمت سے دیکھنے کا ثواب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ ہر نظرِ رحمت پر اس کے لیے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ یہاں صالح کی قید لگادی کہ نیک ہو، کم از کم فرض، واجب اور سُنتِ مؤکدہ ادا کرتا ہو، نافرمانی سے بچتا ہو، تو ایسے صالحین اگر اپنے ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھ لیں تو ہر نظرِ رحمت پر ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا، لیکن نفلی حج کا ثواب ملے گا فرض کا نہیں۔ یہ نہیں کہ تجوری میں ہزاروں روپے جمع ہیں اور ماں باپ کو نظرِ رحمت سے جاکے دیکھ لیا اور سمجھے کہ میرا فرض حج ادا ہوگیا۔ فرض حج تو حرم کی حاضری ہی سے ادا ہوگا۔ اور ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے پر حج کا ثواب لینے کے لیے صالح ہونا بھی شرط ہے، یہ نہیں کہ نہ روزہ، نہ نماز، شراب کباب اور جاکے والدین کو نظرِ رحمت سے دیکھ لیا اور سمجھے کہ نفلی حج کا ثواب مل گیا، بلکہ نیک ہونا بھی شرط ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ اگر یہ شخص دن میں سو مرتبہ نظرِ رحمت سے دیکھے، تو کیا تب بھی اتنا ہی ثواب ملے گا؟ یعنی کہ سو حج کا ثواب ملے گا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لفظ فرمائے کہ **اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَطْیَبُ**[۲۹] اللہ تعالیٰ

---

[۲۹] شعب الایمان للبیہقی: ۱۰/۲۶۷(۷۴۷۵)، باب فی بر الوالدین، مکتبۃ الرشد

www.khanqah.org

تمہاری نظر رحمت سے دیکھنے سے زیادہ شان رحمت رکھتے ہیں، اَکْبَرُ تو رحمت کے لیے ہو گیا کہ دن میں سو مرتبہ دیکھنے والوں کو سو مرتبہ نفلی حج مقبول کا ثواب دیتے ہیں اور وَاَطْیَبُ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے، ہر عیب سے پاک ہے۔ اگر کوئی یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ شاید اتنا ثواب دینے سے تھک جائیں گے یا ان کے خزانے میں کمی آجائے گی تو اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے وہ تھکتا نہیں ہے، نہ اس کے خزانے میں کمی آتی ہے، وہ ثواب دینے سے قاصر نہیں ہوتا۔

ادائے حقوق کے بارے میں علماء سے مشورہ کریں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی ماں کی خدمت کرے تو جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔[30] بیوی کے معاملے میں کبھی ماں کا دل نہ دکھاؤ، اس کے لیے کسی اللہ والے سے مشورہ کر لو۔ بیوی کو نرمی سے سمجھاؤ کہ تیری بھی تو بہو آنے والی ہے۔ لیکن جو بیوی کا حق ہے اس کو بھی ادا کرتے جاؤ۔ یہ نہیں کہ ماں کے حقوق ادا کرنے کے چکر میں بیوی کے حقوق ترک کر دیے، بلکہ علمائے دین سے ماں اور بیوی دونوں کے حقوق کے بارے میں پوچھتے رہو، دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو، دونوں کا حق ادا کرو اور اس کا طریقہ پوچھنے کے لیے تنہائی میں مجھ سے مل کر مشورہ کیجیے یا کسی سے بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی جوتیاں اُٹھانے کی سعادت بخشی ہو، اس سے تنہائی میں مل کر مشورہ کیجیے۔ ماں بیٹے میں اختلاف چل رہا ہو تو کسی عالم کو بلا لیں تاکہ وہ فیصلہ کر دیں۔ ایسے علماء کی کمی نہیں جو اللہ کے لیے آپ کو وقت دیں۔ اپنے اپنے حالات ان سے بیان کریں، ان شاء اللہ مشورے کی برکت سے بڑے بڑے فتنے ختم ہو جائیں گے۔ مشورے میں اللہ نے بہت برکت رکھی ہے۔ جب بھی کوئی معاملہ پیش آئے بزرگانِ دین سے مشورہ کر لیں۔

اب دُعا کر لیں کہ یا اللہ! ساس اپنی بہو کو بیٹیاں اور بہو اپنی ساس کو مائیں سمجھیں اور بیٹے بھی ماں باپ کی مجبوریاں اور کمزوریاں سوچیں اور بیٹے کو، بہو کو بھی توفیق عطا فرما کہ وہ اپنی

---

۳۰ سنن ابن ماجة: ۳۲۵ (۲۷۸۱)، باب الرجل یغزو وله ابوان، المکتبة الرحمانیة

www.khanqah.org

بہو سے آرام لینے کے لیے اور بیٹے اپنی اولاد سے عزّت اور آرام لینے کے لیے ماں باپ کی خدمت و عزّت کریں، اور ہم تو کہتے ہیں کہ اپنے بڑوں کی عزّت و اکرام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس نے اپنے بڑوں کا ادب کیا اللہ تعالیٰ ان کے چھوٹوں سے ان کا ادب کرائیں گے اور اگر کسی نے اپنے بڑوں سے بدتمیزی کی تو اس کی سزا میں اس کے چھوٹے بھی اس سے بدتمیزی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی بُرائیوں سے بچائیں، اللہ والی زندگی عطا فرمائیں، نفس و شیطان کی غلامی سے نکالیں۔ اے ہمارے رب! آپ نے قرآن میں ہمیں فقیر فرمایا ہے اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ [۳۱] اور ہمارے ہاتھوں کو پیالے کی شکل دے کر آپ نے ہمیں اپنے در کا سائل اور فقیر بنایا ہے اس لیے ہم آپ کا دیا ہوا پیالہ آپ کے سامنے پھیلا رہے ہیں کہ ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرما، اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرما اور اپنے نافرمان بندوں کے ذوق سے بچا، نافرمانوں کے گندے خیالات، سوچ اور فکروں سے ہمارے دل و دماغ کو پاک کردے۔ اے اللہ! جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے ہمارے دل کو متنفر فرمادیجیے اور جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں انہیں ہم کو نصیب فرمادیجیے، دونوں جہاں کی فلاح ہم سب کو نصیب فرمادیجیے۔ ہم میں سے جن کے ہاں بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم سب کو شفا کامل عاجل نصیب فرمائیے اور جن کی جو جائز حاجتیں ہیں اللہ تعالیٰ سب پوری فرمائیے۔ جو بیٹی کا رشتہ نہ آنے سے پریشان ہو یا جس قسم کا بھی غم ہو اس کی تمام پریشانیاں اور غموں کو دور فرمادیجیے۔ اے اللہ! ہم سب کو اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچادیجیے۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو مخلوق پر ظاہر نہ کیجیے، یا اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں جتنی دعائیں خیر کی مانگی ہیں وہ تمام خیر ہمیں بھی عطا فرمادیجیے اور جن شرور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے یا اللہ! ان تمام شرور سے ہمیں بھی پناہ عطا فرمادیجیے، آمین۔

دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری گزارشات کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیں اور اس مجلس میں چوں کہ بِلَادِ شَتّٰی اور قَبَآئِلِ شَتّٰی کے لوگ ہیں یعنی مختلف شہروں اور مختلف قبیلوں کے ہیں اور زبانیں بھی مختلف ہیں اور احادیث میں آتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے

۳۱؎ فاطر:۱۵

قیامت کے دن نور کا منبر لگایا جائے گا جو اللہ کے نام پر جمع ہوں۔ اے خدا! آپ کے نام پر یہاں مختلف شہروں اور مختلف زبانوں کے لوگ جمع ہیں، صرف کلمے کے نام پر یہ اجتماع ہے۔ آپ اپنی رحمت سے اس مجلس کو قبول فرما کر ہم سب کو اپنا مقبول فرمالیجیے اور اپنے جذب سے ہماری راہ بری فرمایئے۔ اے اللہ! ہم نفس و شیطان سے اپنی جان کو چھڑانے میں کامیاب نہیں ہورہے ہیں، آپ اپنا دستِ کرم بڑھایئے اور ہماری جانوں کو جذب کرکے اپنی طرف کھینچ لیجیے۔ ہم سب کو اپنا بنالیجیے۔

دست بُکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

اے اللہ! آپ اپنی رحمت کے صدقے میں ہم سب کو اپنا مقبول، اپنا محبوب بنالیجیے اور ایک سانس بھی آپ کی نافرمانی میں جینے سے اختر آپ کی پناہ مانگتا ہے، اپنے لیے بھی، اپنے سب دوستوں کے لیے بھی۔ اے خدا! گناہ کرنا تو دور کی بات ہے ایک سانس بھی آپ کے غضب اور نافرمانی میں گزرے مومن کے لیے اس سے بڑھ کر خسارہ اور اس سے بڑھ کر منحوس وقت دنیا میں کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اے خدا! حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ مومن کے لیے سب سے منحوس گھڑی وہ ہے جس وقت وہ نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے اختر آپ سے فریاد کرتا ہے کہ اپنا خصوصی فضل، اپنی خصوصی حفاظت ہم سب کو نصیب فرمادیجیے اور ہمیں اپنی جملہ نافرمانیوں سے توبہ نصیب فرمادیجیے، تقویٰ کی زندگی، اللہ والوں کی زندگی نصیب فرمادیجیے کہ آپ ہم سب سے راضی ہوجایئے، اپنی ناراضگی اور غضب ہم سب سے اُٹھالیجیے۔ اے خدا! آپ ہم سب سے راضی اور خوش ہوجایئے اپنی رحمت سے خوش ہوجایئے، اپنے کرم سے خوش ہوجایئے، اپنی ناراضگی کو ہمیشہ کے لیے اُٹھالیجیے۔ حُسنِ خاتمہ نصیب فرماکر میدانِ محشر میں بے حساب مغفرت فرماکر جنت میں ہم سب کو اسی طرح اکٹھا فرمادیجیے جس طرح یہاں ہم سب لوگ اکٹھے ہیں۔ کراچی کو امن والا شہر بنادیجیے۔ ہر قسم کی رحمتوں سے، عافیتوں سے مالا مال کردیجیے۔ پاکستان کو، سارے ممالکِ اسلامیہ کو اور جہاں جہاں بھی مسلمان ہیں اے اللہ! ان کو عافیتِ دارین نصیب فرمادیجیے، ہر قسم کی مظلومیت سے

نجات و عافیت نصیب فرما دیجیے، ہماری نالائقیوں کی اصلاح فرما دیجیے، گو ہم سزا کے مستحق ہیں لیکن آپ اپنی رحمت سے اپنے کریم ہونے کے صدقے میں ہم نا اہلوں پر فضل کر دیجیے۔ یااللہ! جو بھی آپ کی ناراضگی کی باتیں ہیں پورے عالم کے مسلمانوں کو ان سے بچالیجیے اور عافیتِ دارین نصیب فرما دیجیے۔ یااللہ! تھوڑے سے وقت میں جو ہم آپ سے نہیں مانگ سکے آپ بے مانگے ہم پر اپنی رحمت کے صدقے میں دریا کے دریا انڈیل دیجیے، اپنی رحمتوں کی مہربانیوں کے دریا کے دریا بہا دیجیے۔ تمام عمر مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھلائیاں آپ سے مانگی ہیں ہمارے حق میں قبول فرمالیجیے اور تمام عمر مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن شرور سے پناہ مانگی ہے ان سے ہم سب کو پناہ عطا فرما دیجیے اور اپنے انعامات پر شکر بجا لانے کی توفیق نصیب فرمائیے اور عُجب و کبر اور جملہ رذائل سے ہم سب کا تزکیہ فرما دیجیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ایک اہم نصیحت

آخر میں ایک ضروری بات سن لیں کہ دنیا ہی میں جنت کا مزہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر مرنا جینا سیکھ لو۔ اللہ کی نامرضی کو چھوڑ دو۔ جو اللہ کے حکم سے اپنے دل کی خواہش کو توڑتے ہیں، جن خواہشات سے اللہ ناراض ہوتا ہے ان کو پورا نہیں کرتے تو ان کے دل کی عمارت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے تو اس کی تعمیر کا میٹیریل (Material) اللہ تعالیٰ عالمِ غیب سے بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تعمیرِ قلب اپنی محبت کی حلاوت اور اپنے انوار و تجلیات سے کرتے ہیں۔ اب آپ خود اندازہ لگائیے کہ جو قلب موردِ تجلیاتِ قُربِ الٰہی ہو وہ کتنا قیمتی ہو گا۔ اس لیے

شُکر کر مٹّی سوارت ہو گئی

مبارک ہے وہ مٹی جو اپنے اللہ کی مرضی پر فدا ہو، اس سے بڑھ کر مبارک بندہ کوئی نہیں ہے جو اپنے مالک تعالیٰ شانہٗ کی مرضی پر مرتا جیتا ہے۔

www.khanqah.org

اس لیے اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ تھوڑا سا ہمت سے کام لو۔ ہم سب کو ہمت اللہ نے دی ہے ہم استعمال نہیں کرتے کیوں کہ اگر ہمت بالکل نہ ہوتی تو دنیاوی خوف سے ہمت کہاں سے آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص مخنّث یعنی ہیجڑا، نامرد ہے، اس کو کوئی لاکھ ڈنڈے مارے تو کیا وہ صحبت کر سکتا ہے؟ اسی طرح ایک شخص ٹائیفائڈ سے مر رہا ہے اس میں بالکل طاقت ہی نہیں ہے اس کے ڈنڈے مار کر کشتی لڑانا چاہو تو کیا وہ لڑ سکتا ہے؟ لیکن ایک شخص ڈنڈے کے خوف سے تو گناہ سے بچ جاتا ہے لیکن جب ڈنڈا نہیں دیکھتا تو چھپ کر گناہ کرلیتا ہے، یہ شخص اللہ کا بہت بڑا مجرم ہے کیوں کہ دنیاوی خوف سے تو بچتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہیں بچتا۔ اس لیے دو رکعات پڑھ کر یہ دعا مانگو کہ یااللہ! ہماری ایک سانس بھی آپ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ میری زندگی کی جو سانس آپ کی ناراضگی میں گزرتی ہے اس سے منحوس گھڑی اور اس سے نامبارک سانس روئے زمین پر کوئی نہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے، ہم جیسے بندے تو لاکھوں ہیں بلکہ آپ کے بندے ایک سے ایک اچھے ہیں مگر آپ جیسا اللہ ہم کو کہاں ملے گا۔ اللہ کو ہماری ضرورت نہیں ہے ہمیں اللہ کی ضرورت ہے۔ اس لیے کوشش کرو اور ان اسباب کے قریب بھی نہ جاؤ جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں دُعا بھی کرو اور روؤ بھی۔ رونے سے کام بن جائے گا، لیکن ہمت بھی کرو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے جب دعوتِ گناہ دی تو آپ نے وہاں سجدہ میں گر کر دُعا نہیں کی بلکہ اُس جگہ سے بھاگے، راہِ فرار اختیار کی۔ دیکھو نبی نے تعلیم دے دی کہ ایسے مواقع سے بھاگو۔ جب زلیخا نے کہا هَيْتَ لَكَ میں تجھ سے ہی کہتی ہوں، کیوں میری بات نہیں مانتا یعنی کیوں میرے ساتھ صحبت نہیں کرتا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰهِ [۳۲] میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، تو مَعَاذَ اللّٰهِ کہہ کر بھاگے۔ اس لیے گناہ سے، فحاشی کے ماحول سے فرار اختیار کرنا واجب ہے، فرضِ عین ہے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب والی بستی سے گزرے تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک چھپالیا اور روتے ہوئے گزر گئے اور اس عذاب والی بستی کے پانی سے جو آٹا گوندھ لیا گیا تھا تو اس کو پھنکوا دیا اور فرمایا کہ یہاں سے روتے ہوئے گزر جاؤ، اس

۳۲؎ یوسف:۲۳

بستی کو دیکھو بھی مت، یہاں عذاب کے اثرات ہیں۔ آج نافرمانی کے جو اسباب ہیں، گناہوں کے جو اڈّے ہیں، سینما گاہیں ہیں وہ عذاب کی بستی سے کم نہیں ہیں۔ اگر وہاں سے گزرنا پڑ جائے تو اپنا چہرہ چھپالو اور اللہ سے استغفار کرتے ہوئے چلے جاؤ۔ اللہ کی نافرمانی سے دنیا ہی مل جاتی تو کہتے کہ چلو دنیا ہی میں کچھ دن آرام کرلو لیکن اللہ کی نافرمانی سے تو دنیا کا بھی چین چھن جاتا ہے۔ پہلی ہی نظر سے، آغازِ محبتِ مجازی سے بے چینی کا آغاز ہو جاتا ہے، نافرمانی کا نقطۂ آغاز پریشانی کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ پھر جیسے جیسے نافرمانی میں آگے بڑھتا جاتا ہے پریشانی بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس لیے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کو کوئی غم نہیں ہوتا سوائے ایک غم کے کہ ہم سے کہیں کوئی نافرمانی نہ ہو جائے۔ یہ غم اولیاء کا غم ہے۔ جس کو یہ غم لگ جائے کہ کہیں مجھ سے کوئی خطا نہ ہو جائے، مجھ سے کوئی نافرمانی نہ ہو جائے تو اس کو اللہ کے دوستوں کا غم حاصل ہو گیا۔ یہ غم دشمنوں کو نہیں ملتا، یہ غم کافروں کو نہیں ملتا، اللہ یہ غم اپنے دوستوں کو دیتا ہے لہٰذا ہر وقت اس کی فکر کرو کہ ایک سانس بھی اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ ایک سانس بھی اللہ کی نافرمانی میں گزارنا اس سے بڑھ کر خسارہ، نقصان اور نحوست کوئی اور نہیں، یہ مراقبہ دل میں جمالو کہ اللہ ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب کوئی شخص کسی عورت کو بُری نظر سے دیکھتا ہے تو سمجھ لو تمہاری نظر پر بھی کسی کی نظر ہے؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دیکھو تمہاری نظر پر بھی کسی کی نظر ہے، اس نظر سے کیوں غافل ہو جو آنکھوں کا بھی محتاج نہیں ہے۔ ہر ذرّہ کائنات اس کی نظر میں ہے۔ تم تو دو محدود آنکھوں سے دیکھتے ہو، وہ تمہیں بے شمار اور غیر محدود نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ واقعی اللہ کا حلم ہے جس سے انسان بچا ہوا ہے ورنہ بڑے بڑے لوگوں پر جوتے پڑ جاتے۔ اگر اپنی صفتِ حلم سے اللہ اپنے بندوں پر فضل نہ فرماتے تو بڑے بڑے پگڑی والے، بڑے بڑے سید صاحب، بڑے بڑے خان صاحب، بڑے بڑے چوہدری صاحب کی قلعی کھل جائے۔ کیا کرم ہے اس کا! سب کچھ جانتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ اے اللہ! ہمیں ذلیل نہ فرمایئے کہ آپ ہمارے

سب گناہوں کو جانتے ہیں **وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ**[۳۳] اور ہم کو عذاب نہ دیجیے کہ آپ آپ کو ہم پر پوری قدرت ہے، جس وقت چاہیں آپ دونوں گُر دے فیل کر دیں پھر دیکھیں کون گناہ کرتا ہے۔ اللہ سے ڈرو، جو اللہ سے ڈر کے رہتا ہے دنیا میں ہی جنت کا مزہ پانے لگتا ہے۔ اللہ اللہ ہے، جنت کا خالق ہے۔ وہ جب دل میں آتا ہے تو مع جنت کے آتا ہے۔ جب ہاتھی بان آئے گا تو مع ہاتھی کے آئے گا کہ نہیں؟ اللہ بھی جس کے دل میں آتا ہے اپنی جنتوں کے ساتھ آتا ہے۔ لیکن لوگوں کو اس حقیقت کا پتا نہیں ورنہ اگر یہ حقیقت کھل جاتی تو کوئی گناہ نہ کرتا۔ جن جوانوں کو اللہ کے قُرب کا مزہ نہیں ملا ان کے منہ میں گناہوں کو دیکھ کر پانی آجاتا ہے کہ ہاہا کیا حُسن ہے۔ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ ارے! سب کو چھوڑو تم اپنے اللہ کے راستے پر چلو، نبیوں کے راستے پر چلو، اگر ساری کائنات سے زیادہ مزہ نہ آئے تو پھر کہنا۔ اور جو ٹیڈیوں کے چکر میں ہیں، سنیما، وی سی آر کے چکر میں ہیں ان سے بڑھ کر عذاب میں بھی کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ گناہوں کے چکر سے نکل کر ادھر آگئے ان سے پوچھ لو یا جو لوگ کبھی کبھی چکر بازی بھی کرلیتے ہیں اور پھر اللہ کا نام لیتے ہیں، توبہ کرتے ہیں تو توبہ کے زمانے اور نافرمانی کے زمانے کا توازن کرلو اور Balance نکالو تو دوزخ اور جنت کا فاصلہ نظر آجائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁❁

مولانا مظہر میاں سے خطاب (جب وہ طالب علم تھے)

تم کو اپنے باپ کی تنبیہ کے لہجہ میں بھی
چاہیے آئی نظر مظہر محبت کی جھلک

تم سے کچھ شکوہ نہیں اخترؔ کا اے جانِ پدر
ہاں مگر مل جائے آدابِ محبت کی چسک
اخترؔ

۳۳؎ مصنّف ابن ابی شیبۃ: ۷/۱۷۷، کلام مطرف بن الشخیر مکتبۃ الرشد، ریاض

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات و سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (بُرے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا۔ مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا۔ اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا۔ جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❀❀❀❀

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

www.khanqah.org

حدیث پاک ہے کہ امت کے سب سے بہترین لوگ علماء ہیں اور علماء میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو رحم دل ہیں۔ یعنی جو شفقت، محبت اور رحمت سے لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو دین کی تعلیم میں درشتی، سختی اور شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''تعلیمِ قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیت'' میں خاص طور پر ان قاری حضرات کو جو چھوٹے نابالغ بچوں پر سختی اور مار پیٹ کا عمل کرتے ہیں اپنا مخاطب بنا کر کلام اللہ کی تعلیم دینے کا ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین اس وعظ کے مضامین کو اپنی اہمیت کے لحاظ سے ہر مدرسے کا ضابطۂ اخلاق بنانے کی ضرورت ہے۔

www.khanqah.org

AW069

ناشر

کتب خانہ مظہری

[illegible]